سہ ماہی نئی دہلی

خبرنامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر:۶ جولائی تا ستمبر ۲۰۱۲ء شمارہ نمبر:۴

ایڈیٹر

(مولانا) سید نظام الدین

خط و کتابت کا پتہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

Tel:. 011-26322991, Telefax:. 011-26314784

E-mail:aimplboard@gmail.com

ایڈیٹر پرنٹر و پبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی-۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ 76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵ سے شائع کیا

فہرست مضامین

صفحہ	اسمائے گرامی	مضامین	نمبرشمار
۳	(حضرت) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	خطبۂ صدارت برائے بائیسواں اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ	۱
۷	(حضرت) مولانا سید نظام الدین	اداریہ	۲
۹	وقارالدین لطیفی	مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں (مختصر رپورٹ)	۳
۱۸	ادارہ	قرارداد بائیسواں اجلاس عام بورڈ، ممبئی	۴
۲۰	ادارہ	اعلامیہ ممبئی	۵
۲۲	مولانا رضوان احمد ندوی	کارروائی اجلاس مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ	۶
۲۸	(حضرت) مولانا سید محمد ولی رحمانی	نئے نئے ''وقف'' قائم کئے جاسکتے ہیں، اگر......	۷
۳۲	محمد عبدالرحیم قریشی	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی	۸
۳۶	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	مسلم پرسنل لا اور خواتین	۹
۳۸	(حضرت) مولانا سید محمد ولی رحمانی	ہاں!—— ۱۲۳/ وقف جائیدادوں کا مقدمہ جیت لیا گیا	۱۰
۴۰	(حضرت) مولانا سید نظام الدین	جنرل سکریٹری بورڈ کا ایک اہم مکتوب	۱۱

پیغام

خطبۂ صدارت

برائے بائیسواں اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

از: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (صدر بورڈ)

الحمد لله رب العالمين ، و الصلاة و السلام على سيد المرسلين و خاتم النبيين سيدنا محمد ، و علىٰ آله و صحبه الغرالميامين، ومن تبعهم بإحسان ودعا بدعوتهم إلى يوم الدين، أما بعد :

حضرات ! آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اس بائیسویں اجلاس میں ہم آپ سب کا خیر مقدم کرتے ہیں، اس اجلاس کی اہم خصوصیت یہ ہے، کہ ہندوستان کے عروس البلاد ممبئی میں منعقد ہو رہا ہے، جہاں آج سے چالیس سال پہلے ملک کے بعض اکثریتی حلقوں کی طرف سے مسلمانوں کے پرسنل لا میں تبدیلی لانے کے مطالبہ کے مضرات کو محسوس کرتے ہوئے مسلمانوں کے تمام مسلکوں کے نمائندوں اور ملت کے سرکردہ علماء و دانشوروں کا ایک عظیم الشان نمائندہ کنونشن منعقد ہوا تھا، اور شریعت اسلامی کے قوانین وضوابط کے قطعی اور نا قابل ترمیم ہونے کو مقصد عمل بنانے کے لیے ایک بااثر اور نمائندہ ادارے کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی، اور اس کے مطابق آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی، آج اسی شہر میں چالیس سال بعد ہمارا یہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے، جس میں اپنی سالانہ کارکردگی اور آئندہ کے لائحہ عمل پر غور ہوگا، ہم جب اس وقت سے آج کے وقت تک اس کی تقریباً چالیس سالہ تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں، تو خوشی ہوتی ہے کہ مسلمانان ہند کے مختلف مسلکوں کے اس متحدہ پلیٹ فارم نے اپنے اتحاد و اتفاق کو قائم رکھتے ہوئے شریعت اسلامی کے تحفظ کے مختلف مسائل کو حل کیا، اور قابل قدر خدمات انجام دی، اس کی کارکردگی کا آغاز ہماری ملت کی ان سرکردہ ہستیوں کی فکرمندی اور حکمت عملی اور مؤثر کارگذاری سے ہوا، جو ملت کے اہم رہنمائے دین اور دانشوران ملت سمجھے جاتے تھے، بطور مثال اس کے لیے پہلے صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اور بطور جنرل سکریٹری خانقاہ رحمانی کے سربراہ حضرت مولانا شاہ سید منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے، پھر ندوۃ العلماء کے ناظم مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ صدر رہوئے، ان بزرگوں کی سرپرستی میں بورڈ نے اپنی بہتر کارکردگی اور فکرمندی کا ثبوت دیا، کارگذاری جاری رکھنے میں ان کے جانشینوں میں تیسرے صدر فقیہ ملت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور موجودہ جنرل سکریٹری امیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب کے نام نمایاں ہیں، ان کے علاوہ بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب اور اسسٹنٹ جنرل سکریٹری جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کی فکرمندی اور جذبۂ عمل سے بھی بورڈ فائدہ اٹھا رہا ہے، ان کے علاوہ اور دیگر دانشوران ملت اور ذمہ داران شعبہ جات کا مخلصانہ تعاون بورڈ کے لیے تقویت کا ذریعہ ہے۔

حضرات! شریعت اسلامی کے تحفظ کا مسئلہ اس غیر مسلم اکثریت کے ملک میں برابر اہم اور توجہ کا طالب ہے، اور اس کی فکر کو برابر جاری رکھنا ملت اسلامیہ ہند کی اہم ضرورت ہے، آج سے چالیس سال قبل مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی فکر اور اس کے لیے حسب ضرورت بورڈ کا قیام جن حالات و اسباب کی بنا پر عمل میں لایا گیا تھا، وہ حالات اور اسباب ختم نہیں ہوئے ہیں، اس طرح کے حالات وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہے اور آتے رہیں گے، جن کے سلسلہ میں اگر ضروری توجہ نہ کی جائے

گی، تو مسلمانوں کا اپنے مذہبی احکام پر عمل کرنے کے اختیار کو نقصان پہونچ سکتا ہے، لہذا ملت کے دینی تحفظ کی فکر رکھنے والوں کا ایسے حالات پر برابر نگاہ رکھنا ضروری ہے، تاکہ احکام شریعت پر ان کے عمل کرنے کی مذہبی آزادی برابر قائم رہے، اور ان کے مذہبی تشخص وتحفظ کو کوئی خطرہ نہ پیش آئے، کیوں کہ وہ اقلیت میں ہیں، اور اقلیت کو اپنے مسائل کے سلسلہ میں توجہ وفکر مندی برابر قائم رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، اور جن ذہنوں میں یکساں سول کوڈ کا تقاضہ ابھرا تھا، ان ذہنوں میں اسی طرح کا کوئی خیال پھر ابھر سکتا ہے، ہندوستان کے دستور نے ملک کے ہر مذہب کے لوگوں کو اپنے اپنے طریقہ کے مطابق عمل کرنے اور اس کے مطابق ادارے چلانے کا حق دے رکھا ہے، اس حق کو برقرار رکھنے کی فکر کرنے کی برابر ضرورت ہے، کیوں کہ ان کے اس حق کو بدلنے یا اس پر حکومت وقت کو اپنے اثر میں لینے کی بات سامنے آسکتی ہے، ابھی حال میں کئی ایکٹ جو حکومت کی طرف سے آئے ہیں، ان کی بعض دفعات اقلیت کی مذہبی خود اختیاری کے لیے ضرر رساں پائے گئے ہیں، بورڈ ان کی اصلاح کے سلسلہ میں کوشش جاری رکھے ہوئے ہے، لیکن ہر ایکٹ کو ایسے اسلوب میں مرتب کیا گیا ہے، کہ خود مسلمانوں کے بعض دانشور اس کے بعض پہلوؤں کی نقصان رسانی کو محسوس نہیں کر سکے ہیں، اسلامی حقوق کی حفاظت کو مؤثر بنانے کے لئے ایسے ذہنوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ وہ اسلامی حقوق کی اہمیت کو سمجھیں، اور اس کا بھی خیال رکھیں کہ حکومت کی طرف سے جو ایکٹ بنائے جائیں، یا کورٹ کی طرف سے جو فیصلے ہوں، وہ دستور میں دیئے ہوئے اختیارات کی روشنی میں کسی مذہب کے لیے ضرر رساں نہ ہوں، ملک کے باشندوں میں سے ہر مذہب والوں کو جو مذہبی تحفظ دستور ہند کی رو سے ملا ہوا ہے، وہ ایکٹ کی کسی دفعہ سے متاثر نہ ہو، اسی بات پر نظر رکھنے اور ضرورت کے مطابق کوشش کرنے کی ذمہ داری مذہبی حقوق کے پاسبانوں پر عائد ہوتی ہے، اسی ذمہ داری کو بورڈ الحمدللہ انجام دینے کی کوشش کرتا ہے، اور اسی کے ساتھ اس بات کی فکر بھی رکھتا ہے، کہ ملک کی عدالتوں میں بھی ایسے فیصلے نہ کئے جائیں، جن سے مذہبی آزادی پر روک لگتی ہو، اس طرح کے حالات جب پیش آئیں، تو مسلمانوں کے احساس وغیرت دینی رکھنے والے حضرات ان کے خطرات کو محسوس کریں، اور اس کے لیے بورڈ کا ساتھ دیں، اور تائید وتعاون کے ذریعہ کوشش میں شریک ہوں، تعاون کے ضمن میں مالی تعاون کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے، کیوں کہ کم از کم عدالتی کوششوں میں بے حد صرفہ آتا ہے، خاص طور پر جب کہ سپریم کورٹ تک کوششوں کا سلسلہ پہونچتا ہے، اور بورڈ کے پاس آمدنی کا کوئی باقاعدہ اور متعین ذریعہ نہیں ہے، وہ ملت کے حوصلہ مند افراد کے تعاون سے ہی کام لیتا ہے، اس کی فکر ملت کے افراد رکھیں گے تو بورڈ کے مقصد کار کو مطلوبہ قوت حاصل ہوسکے گی، اور مسلمانوں کو اپنے مذہبی حق کے تحفظ کرنے میں انشاء اللہ کامیابی حاصل ہوسکے گی۔

حضرات! ہماری ملت اسلامیہ ہندیہ کو ملک کی دیگر اقلیتوں کے مقابلہ میں الحمدللہ یہ امتیاز حاصل ہے، کہ وہ ایک تو اپنی شریعت کے معاملہ میں خود کفیل ہے، اور دوسرے یہ کہ اس نے اپنی شریعت اسلامیہ میں خود کفیل ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ملی تشخص کے بقاء کے لیے بورڈ کی صورت میں اپنا مشترکہ پلیٹ فارم بنا رکھا ہے، جس کے ذریعہ وہ اپنی شریعت کے سلسلہ میں پیش آمدہ مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، اور شریعت کے تحفظ کو یقینی بنایا ہے۔

ملت اسلامیہ کا یہ بورڈ جس جذبہ اور فکرمندی کے ساتھ ملت کی نصرت اور شریعت کے تحفظ کے لیے میدان عمل میں آیا تھا، وہ الحمدللہ اس میں اپنے اولین خدمتگاروں کے نقش قدم پر ہی چل رہا ہے، اس سلسلہ میں اس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، وہ حالات کے مطابق ان کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور یہ خوشی کی بات ہے، کہ اس کے ارکان باوجود اپنے متنوع مسلکوں اور گروپوں کے نمائندے ہونے کے بورڈ کے مقصد اور لائحہ عمل پر متفق اور آپس میں تعاون کے ساتھ عمل پیرا ہیں، اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آپسی تعاون کے طریقہ کار پر کاربند ہیں، اور الحمدللہ وسعت قلبی اور تعاون سے کام لیتے ہیں، جس کو ذمہ داران بورڈ تشکر کی نظر سے

دیکھتے ہیں۔

ملت اسلامیہ ہند کے سیاسی، سماجی، تعلیمی اور دیگر مختلف مسائل کی فکر کرنے کے لیے اس ملک میں شروع ہی سے مسلمانوں کی متعدد جماعتیں قائم ہیں، اور وہ سب اپنی اپنی جگہ ملت کی خدمت انجام دے رہی ہیں، یہ جماعتیں ملت کی اجتماعی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو مخصوص طور پر اختیار کرتی ہیں، اور اپنا اپنا مخصوص نقطہ نظر اور بعض بعض اپنا مخصوص مذہبی مسلک بھی رکھتی ہیں، وہ سب ملت کے مسائل و معاملات کی فکر مندی اور انجام دہی میں اپنے اپنے دائرہ میں حصہ لیتی ہیں، بورڈ کا ان سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، بورڈ نے تو ملت کی بنیادی ضرورت جو اس کے مذہبی بقاء سے تعلق رکھتی ہے، یعنی شریعت اسلامی کو کوئی نقصان پہونچنے کا خطرہ سامنے آئے تو اس کو وہ روکے، اور تحفظ شریعت کے سلسلہ میں پیش آمدہ خطرات کو روکنے کی ذمہ داری انجام دے، اور اس خاص مقصد کے سلسلہ میں اس کو ملت کی سب جماعتوں اور اداروں کا ایک طرح سے وفاق ہونے کی حیثیت حاصل ہے، لہٰذا بورڈ نے قوانین شریعت کے مشترکہ بنیادی معاملات تک اپنی کوششوں کو محدود رکھا ہے، وہ ملت کے دیگر معاملات میں ان معاملات کی فکر کرنے والی جماعتوں کی کوششوں کو تحسین کی نظر سے دیکھتا ہے، اور ان کو کافی سمجھتا ہے، ان میں بقدر ضرورت تعاون دیتا ہے، خاص طور پر وہ سماجی معاملات جن کا قوانین شریعت سے کچھ تعلق بنتا ہے، ان معاملات میں بورڈ حسب ضرورت شرکت کرنا اور تعاون دینا ان کے کام کرنے والوں کے لیے تقویت کا ذریعہ سمجھتا ہے، مثلاً تفہیم شریعت، اصلاح معاشرہ اور دارالقضاء وغیرہ، ان کے علاوہ بنیادی طور پر ملت کی دیگر جماعتیں اپنی اپنی جگہ جو خدمات انجام دیتی ہیں، بورڈ ان کو ہی کافی سمجھتا ہے۔

حضرات! ملت اسلامیہ جن ملکوں میں اکثریت کی حیثیت رکھتی ہے، وہاں ملت کے دانشوروں کو عوامی سطح پر کچھ بڑی ذمہ داری انجام دینے کی ضرورت نہیں پڑتی، لیکن جہاں ملت اقلیت میں ہوتی ہے، وہاں ان کو اپنے ملی اور مذہبی معاملات میں عوامی تعاون و مشارکت کے ذریعہ ذمہ داری انجام دینا اس کا ملی فریضہ ہوتا ہے، اور اس میں کوتاہی کرنے سے مذہبی تحفظ کو نقصان پہونچتا ہے، چنانچہ اسی ضرورت کے لیے ملت کا یہ مشترکہ پلیٹ فارم قائم ہوا، یہ ملت کے لیے نیک فال ہے، ایسے کسی بھی مشترکہ پلیٹ فارم میں مختلف نقطہ ہائے نظر کے افراد اور مختلف جماعتوں کے نمائندے ہوتے ہیں، مشترک پلیٹ فارم کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ نقطہ نظر کے آپسی اختلاف کو ٹکراؤ و نقصان دہ اختلاف کی منزل تک نہ پہونچنے دیں، اس بات کے لیے دور اندیشی اور کچھ صبر و برداشت کا مزاج اپنانے کی ضرورت ہوتی ہے، انسان جیتی جاگتی مخلوق ہے، جمادات کی طرح نہیں ہے، انسان میں احساسات و جذبات کا فرق ہوتا ہے، لیکن انسان کی یہ خوبی ہے کہ وہ اپنے اہم اور بلند مقصد کی خاطر اپنے نکتہ ہائے نظر میں فرق کے باوجود آپس میں اشتراک و تعاون کے ساتھ بلند مقصد کے لیے کام کرتا ہے، اور الحمدللہ ہمارے بورڈ کے ارکان بڑی حد تک اسی پر کاربند ہیں۔

حضرات! معاشرتی زندگی کے معاملات میں اہم مسئلہ جو لوگوں کے ذہنوں کو بہت زیادہ متوجہ کرتا ہے، وہ ازدواجی زندگی کے معاملات ہیں، جن کے سلسلہ میں اصول وضوابط اور حقوق و فرائض کی پابندی کے لیے اسلامی شریعت نے بہت محکم اور واضح ہدایات دی ہیں، ان ہدایات کے باوجود اگر کچھ معاملات پریشانی کا باعث بنتے ہیں، تو وہ زیادہ تر شریعت کی ہدایات کو نظر انداز کرنے یا ان سے ناواقفیت کی بنا پر ہوتے ہیں، یا ماحول کے بگڑے ہوئے حالات سے بہت متاثر ہوجانے کی وجہ سے پیش آتے ہیں، اگر شریعت کی واضح ہدایات پر عمل کیا جائے تو یہ معاملات پیش نہ آئیں، اللہ تعالیٰ نے بیوی پر شوہر کے حقوق عائد کیے ہیں، اور شوہر پر بیوی کے حقوق عائد کئے ہیں، اور دونوں کے درمیان رواداری اور دلداری کا رویہ اختیار کرنے کی تاکید کی ہے، شریعت کی ان ہدایات پر عمل نہ کرنے سے بھی یہ مشکلات اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، ان کی ذمہ داری شریعت پر نہیں ہے، وہ خود کوتاہی کرنے والوں کی کوتاہی کا نتیجہ ہوتی ہیں، لہٰذا شریعت کے احکام میں نہ تو کسی تغیر کی ضرورت ہے اور نہ اس کا کوئی جواز ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ شریعت کا حکم معلوم کیا جائے، اور اس پر عمل کیا جائے، شریعت اسلامی

پروردگار عالم کی طرف سے پوری طرح محکم اور ضرورت ومصلحت انسانی کے مطابق ہے، شریعت کے معاملہ میں شریعت کا حکم معلوم کر کے اسی کے مطابق عمل کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے، تمدن ترقی یا سماج میں پھیلے ہوئے رسوم و رواج کی بنیاد پر شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کو بدلا نہیں جاسکتا۔

شریعت اسلامی الٰہی قانون حیات ہے، جو انسانوں کی صلاح و فلاح کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے اس کے آخری نبی کے ذریعہ ہم کو عطا کیا گیا ہے، اس میں فرق کرنے یا ردو بدل کرنے کا حق کسی انسان کو نہیں دیا گیا، شریعت اسلامی کے معاملہ میں حجت صرف اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت صحیحہ اور استنباط مسائل کے مآخذ سرچشمہ ہیں، ان پر کسی ملک یا قوم کی اجارہ داری نہیں ہے، اور جہاں تک ہمارے اس ملک ہندوستان کا تعلق ہے جس کے تعلق سے سابق صدر بورڈ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنے ایک صدارتی خطبے میں تحریر فرمایا تھا، کہ ہمارا ملک ہندوستان شریعت کے معاملے میں اپنی پوری طرح معتبر ومنفرد علمی و دینی حیثیت بھی رکھتا ہے، عالم اسلام کی دینی وعلمی تاریخ میں اس کا اپنا ایک مقام رہا ہے، جب سارے عالم اسلام پر فکری اضمحلال وعلمی انحطاط کے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے، اور کوئی ایسی شخصیت وہاں نہیں پیدا ہو رہی تھی، جو متوسط علمی سطح سے بلند ہو اور کوئی مجتہدانہ فکر یا نئی علمی تحقیق پیش کر سکے، تو ہندوستان نے ایسے باکمال اور مجتہد الفکر علماء ومصنف پیدا کیے، جن کے علمی تفرد اور مجتہدانہ قابلیت کا سکہ عرب وعجم نے مان لیا، اور علمی وتدریسی حلقے عرصہ تک ان کی کتابوں اوران کے متون کی شروح سے گونجتے رہے، ملا محمود جونپوریؒ، ملا محبّ اللہ بہاریؒ، مولانا عبدالعلی بحرالعلومؒ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ، حضرت شاہ رفیع الدینؒ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے نام خاص طور پر لیے جاسکتے ہیں، پھر مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بہاریؒ اور مولانا مناظر احسن گیلانیؒ جیسے فقیہ النفس عالم پیدا ہوئے، جو اس کام کی تکمیل کے لیے نہایت موزوں تھے، پھر اس سب کے ماسوا ہندوستان نے دینی استقامت، فکری توازن اور رسوخ فی العلم کا ایسا ثبوت دیا کہ وہ دوسرے عرب اور اسلامی ممالک کے لیے ایک قابل تقلید مثال بن گیا، اور آج بھی عرب اور قدیم اسلامی ممالک کے اہل علم واہل فکر ہندوستان کی طرف عظمت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور بہت سے مسائل میں اس سے دینی وعلمی رہنمائی کے طالب ہوتے ہیں، اس لیے کسی ایسے مسئلے میں جس میں غلط تجدد، مغربی افکار واقدار سے مرعوبیت، قانون سازی میں سطحیت وعجلت صاف جھلکتی ہو، اور شرعی اصول کی تائید نہ کرتے ہوں، ہمارے لیے کسی بڑے سے بڑے مسلمان یا عرب ملک کا کوئی فعل یا قانون حجت نہیں بن سکتا، اگر سارا عالم اسلام کسی غلط چیز پر اتفاق کرے، اور سارے مسلمان ممالک اور وہاں کے علماء کوئی غلط فیصلہ کریں یا اپنے حدود سے تجاوز کریں، تو بھی ہم ہندوستانی مسلمان، شریعت اسلامی کو اپنے سینے سے لگائے رکھنے اور خدا کے قانون کو آخری قانون سمجھتے رہنے کا پورا حق رکھتے ہیں، اوران کو اس کی صلاحیت ان کے قرآن وحدیث میں اعلیٰ قابلیت کی بنا پر یہ حق حاصل ہے۔

حضرات! بورڈ کے ذمہ داروں نے اپنے اختیار کردہ دائرہ عمل میں متعدد مشکل مسائل کے حل کی کوشش کی، اور کامیابی حاصل کی، ان کامیاب کوششوں سے بورڈ کا وقار بڑھا، اور آئندہ بھی ایسے مسائل آئیں گے، کیوں کہ حالات میں اتار چڑھاؤ ہوتا ہے، حالات یکساں نہیں رہتے، اور نئے مسائل بھی ابھرتے ہیں، اس لیے بورڈ کو برابر فکر میں رہنا ہے، اخلاص اور حق پسندی کے ساتھ کام کئے جاتے رہنے سے انشاء اللہ کامیابی حاصل ہوتی رہے گی، ہمارا یہ اجلاس حالات حاضرہ کے تناظر میں اپنا پروگرام طے کرے گا، اور انشاء اللہ اس پر بخوبی عمل کیا جائے گا، تمام ارکان بورڈ سے ملت کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے پورے تعاون کے ملنے کی امید ہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے ساتھ کی جانے والی مخلصانہ کوششیں کامیاب ہوتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ ہی ہماری اصل طاقت ہے، اور وہی ہماری کامیابی کی کلید ہے۔

وآخردعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین۔

۞ ۞ ۞

اداریہ

مثالی اسلامی سماج کی تشکیل کی ضرورت

سید نظام الدین
جنرل سکریٹری بورڈ

ایمان اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکام پر یقین کرنے کا نام ہے اور اس بات کا بھی یقین کہ ان ہی احکام سے دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی متعلق ہے، اور اسلام خدا کے احکام کے سامنے سر جھکا دینے اور ان پر عمل کرنے سے عبارت ہے، جیسے درخت کی جڑ سے اس کی شاخیں پھوٹتی ہیں، اور قرص آفتاب سے اس کی کرنیں ہر سو پہنچتی ہیں، اسی طرح ایمان و یقین کی جڑوں سے اعمال کی شاخیں پھوٹتی ہیں، ایمان جتنا کمزور ہوتا جائے گا، انسان خدا کی مرضیات کی بجائے خواہشات کا غلام بنتا چلا جائے گا۔

اس وقت جب ہم مسلم معاشرہ پر نظر ڈالتے ہیں، تو اس بات کا شدت سے احساس ہوتا ہے کہ ہماری اخلاقی سطح حد درجہ روبہ زوال ہے، والدین کے ساتھ بدسلوکی عام ہے، عورتوں پر جور وستم روا رکھا جاتا ہے، شوہر کے ساتھ نافرمانی کا رویہ خواتین میں بڑھتا چلا جا رہا ہے، طلاق اور خلع کے واقعات میں اضافہ روز افزوں ہے، بہنوں کو خصوصاً اور عورتوں کو عموماً حق میراث سے محروم رکھا جاتا ہے، جہیز، شادی کے موقع سے مطالبات اور فضول خرچیاں ایسے ناسور ہیں کہ پورا معاشرہ کراہ رہا ہے، یہاں تک کہ مسلمان لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ چلی جا رہی ہیں، اور لڑکیوں کی پیدائش سے نفرت بڑھتی جا رہی ہے، اور لوگ ماں کے پیٹ ہی میں لڑکیوں کو مار ڈالتے ہیں، دختر کشی کا یہ معاملہ بہت تشویشناک ہے، نوجوانوں میں منشیات کا رجحان بڑھ رہا ہے، معمولی مسائل پر قتل کے واقعات پیش آرہے ہیں۔

یہ ایک انتہائی تکلیف دہ صورت حال ہے اور اس سمت میں خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، اگر ہم نے خود اپنے آپ پر اللہ کی شریعت کو نافذ نہیں کیا، اگر ہم نے خود اللہ کے احکام کو نظر انداز کیا، اگر ہماری عملی زندگی قانون شریعت سے آزاد رہی، اور ہم نے اپنی خواہشات کو اللہ کی مرضیات کے تابع بن کر رکھنا نہیں سیکھا، تو پھر کیوں کر امید رکھی جا سکتی ہے کہ حکومت یا اکثریت قانونِ شریعت کی اس امانت کو ہمارے لئے محفوظ رکھے گی اور جو ذمہ داری ہمیں انجام دینی تھی، وہ اسے انجام دے گی۔

معاشرہ کی اصلاح میں ائمہ مساجد، خطباء و واعظین، علماء اور اصحاب قلم بڑا اہم کردار ادا کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ ان کی بات آج بھی امت میں توجہ کے ساتھ سنی جاتی ہے، اور لوگ آج بھی بحمد اللہ زندگی کے مسائل میں ان ہی کو اپنا مرجع بناتے ہیں، اگر وہ اپنی اِس حیثیت کو جرأت اور حکمت کے ساتھ استعمال کریں؛ تو معاشرہ کی کایا پلٹ سکتی ہے، اور ایک ایسے مثالی اسلامی سماج کی تشکیل ہو سکتی ہے جو برادران وطن کے لئے بھی نمونہ اور آئیڈیل ہو۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد 'اصلاح معاشرہ' ہے؛ تاکہ مسلمان اسلام کی چلتی پھرتی تصویر بن جائیں، اس وقت یہ نہایت اہم مسئلہ ہے، اور بورڈ کے تمام ارکان اور امت کے برادران سے گذارش ہے کہ وہ اس کام کو اپنی ترجیحی کوششوں میں شامل رکھیں اور اس کی اہمیت کو محسوس کریں، ورنہ ہمارے لئے آئندہ نسلوں کے ایمان کی حفاظت مشکل ہو جائے گی۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے مسلسل کوشاں ہے، وہ عدالتوں میں شریعت سے متصادم مقدمات کی پیروی بھی کر رہا ہے، وہ حکومت سے ایسے مسائل پر مسلسل رابطہ میں ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ R.T.E سے دینی مدارس کو استثناء دیا گیا ہے، ڈائرکٹ ٹیکسیس کوڈ کا مجوزہ قانون زیر التوا رکھا گیا ہے اور قانون وقف بھی ابھی زیر

غور ہے، نیز طلاق سے متعلق بعض عدالتی فیصلوں، نیز نکاح کے رجسٹریشن، اور عمر نکاح سے متعلق بننے والے قوانین کے اثرات کا تدارک کرنے کے لئے مسلسل کوششیں چل رہی ہیں، انشاء اللہ یہ کوششیں دیر سویر ضرور نتیجہ خیز ہوں گی؛ لیکن ضروری ہے کہ امت کی صفوں میں بکھراؤ پیدا نہ ہو، اور وہ بورڈ کے ہم آواز ہوکر اس تحریک کو قوت پہنچائیں، جس کے لئے بورڈ کے معزز سکریٹری حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کی کنوینر شپ میں بورڈ کی اعلیٰ قیادت کے تعاون کے ساتھ ہندوستان گیر مہم چلائی جارہی ہے۔

حالیہ عرصہ میں ملک کے اندر ایک افسوس ناک واقعہ آسام کے مسلم کش فسادات کا پیش آیا ہے، یہ نسل کشی کی ایک منصوبہ بند ظالمانہ کوشش ہے، B.J.P بودوقبائل کی ان ظالمانہ کارروائیوں کی تائید کررہی ہے، اور آسام کی حکومت اس کی پشت پر ہے، یہ بات حد درجہ افسوسناک ہے کہ جن لوگوں کی بنیادی ذمہ داری ہی امن وامان کو قائم رکھنا اور عوام کی جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنا ہے، وہ خود فساد پھیلانے اور مجرموں کو اکسانے میں مبتلا ہیں، اور قتل وغارت گری کرنے والوں کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ فسادات کے سلسلہ میں اسی طرح کے سخت قوانین بنائے، جس طرح کے قوانین دہشت گردی کے سلسلہ میں بنائے جاتے ہیں اور فاسٹ ٹریک عدالتوں کے ذریعہ فساد کے مجرمین کو کیفر کردار تک پہنچانے کا نظم کرے، مظلوموں کے ساتھ انصاف کرے اور جن کو گھروں سے نکال دیا گیا ہے انہیں دوبارہ اسی مقام پر آباد کیا جائے، اور نقصانات کا معاوضہ دیا جائے--- افسوس کہ لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ امن وامان کا تعلق عدل وانصاف کے قائم رکھنے سے ہے، فوج اور پولیس کی کس قدر بھی طاقت استعمال کی جائے، جو معاشرہ انصاف سے محروم ہو اور جہاں مختلف گروہوں کے لئے الگ الگ پیمانے ہوں، وہاں امن قائم نہیں رہ سکتا؛ اس لئے ہر محبِّ وطن شہری کا فریضہ ہے کہ اس رویہ کے خلاف آواز اٹھائے؛ تا کہ ہمارے ملک میں امن وآشتی کا ماحول قائم ہو، وہ ترقی کا سفر طے کرے، اور دنیا کے نقشہ میں اپنا مستحقہ مقام حاصل کرے۔

❁❁❁

بقیہ: مسلم پرسنل لا اور خواتین

اور بورڈ نے اس کو دفعہ وار مجموعہ کی شکل دے کر خواتین کے حقوق کا تحفظ کرنے کی کتنی بہتر اور مؤثر کوشش کی ہے؟ اس کے علاوہ بورڈ نے ایک نکاح نامہ بھی مرتب کیا ہے، اس نکاح نامے کا بھی اصل مقصد مظلوم خواتین کے لئے انصاف کو آسان کرنا اور عدالتوں کی سرگرانی سے بچانا ہے۔

آج جس مغربی تہذیب کو عورت کا نجات دہندہ سمجھا جاتا ہے، اگر گہرائی کے ساتھ سوچا جائے تو اس نے عورت کی تذلیل میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے اور آزادی کے نام پر اس کو اِس بات پر مجبور کردیا گیا ہے کہ وہ فرائض مادری کو بھی ادا کرے اور فریضۂ پدری کا بھی کچھ حصہ اپنے ذمہ لے لے، اسے بچے بھی پیدا کرنا ہے، اپنے بچوں کو دودھ پلانا اور ان کی پرورش کی ذمہ داری بھی انجام دینا ہے، امورِ خانہ داری سے بھی نمٹنا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ملازمت بھی کرنی ہے اور کسبِ معاش میں بھی ہاتھ بٹانا ہے، پھر اس کی رسوائی کا سروسامان اس طرح کیا گیا کہ ماچس کی ڈبیہ سے لے کر زیورات، کپڑوں اور فلموں کے اشتہار تک ہر جگہ اس کے حسن کو بے حجاب اور غیرت وحیاء کو بے لباس کیا جاتا ہے، کیا کوئی شریف انسان اپنی ماں، بہن یا بیٹی کو بے لباسی کی حالت میں دیکھنا گوارہ کرے گا، پھر کیسا ظلم ہے ان جوان اور نوجوان لڑکیوں کے ساتھ جن سے ان کی غیرت سستے داموں خریدی جاتی ہے اور ان کی غربت واحتیاج کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے، افسوس کہ ہمارے نام نہاد دانشوروں کو عورت کے ساتھ روا رکھا جانے والا یہ ستم نظر نہیں آتا، پھر بے حیائی کے عام ہونے اور مردانہ فرائض کا بوجھ عورتوں پر رکھ دینے کی وجہ سے خاندانی نظام بکھر رہا ہے، رشتے کھوکھلے ہوتے جارہے ہیں اور عورت جب اپنی جسمانی کشش کھودیتی ہے تو سماج میں ایک پرانے اور فرسودہ سامان کی طرح بے قیمت ہوجاتی ہے، اس پہلو کو یہ حضرات پیشِ نظر نہیں رکھتے۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت اسلامی تمام انسانی طبقات کے لئے سایۂ رحمت ہے؛ کیوں کہ وہ قانونِ فطرت سے ہم آہنگ ہے اور انسان کے لئے وہی قانون اور نظامِ زندگی مفید اور نافع ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت سے مطابقت رکھتی ہو، اس سے منہ موڑنا، اپنے لئے انجام کار بربادی کو دعوت دینا ہے!

❁❁❁

مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں

(مختصر رپورٹ)

مرتب: وقارالدین لطیفی

● ممبئی اجلاس کے بعد بورڈ کی مختصر سرگرمیاں رپورٹ ذیل میں پیش کی جارہی ہیں۔

● ۱۵ر جولائی ۲۰۱۲ء کو بورڈ کی مجلس عاملہ کی ایک میٹنگ ہوئی جس کی روداد علیحدہ سے اسمیں شامل کی جارہی ہے۔

آئینی حقوق بچاؤ تحریک

● ۲۷ر مئی ۲۰۱۲ء کو بورڈ کی ملک گیر آئینی حقوق بچاؤ تحریک کی ایک اہم میٹنگ ہوئی جسکی روداد ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

آج مؤرخہ ۲۷ر مئی ۲۰۱۲ء روز اتوار کو بعد نماز مغرب آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ملک گیر آئینی حقوق بچاؤ تحریک کی مرکزی کمیٹی کی ایک اہم میٹنگ کمیٹی کے کل ہند کنوینر حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی جسمیں حسب ذیل لوگوں نے شرکت فرمائی

۱۔	حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب	مونگیر
۲۔	جناب محمد عبدالرشید انجینئر صاحب	پربھنی
۳۔	حضرت مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب	دہلی
۴۔	جناب سید محمد احمد صاحب (سکریٹری جماعت اسلامی ہند)	دہلی
۵۔	جناب کمال فاروقی صاحب	دہلی
۶۔	جناب منیر احمد خان صاحب	اندور
۷۔	ڈاکٹر نظام الدین صاحب	اندور
۸۔	قاضی محمد کامل قاسمی صاحب	دہلی
۹۔	وقارالدین لطیفی صاحب	دہلی
۱۰۔	محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ	دہلی
۱۱۔	محترمہ ڈاکٹر حسینہ حاشیہ صاحبہ	دہلی

اس میٹنگ کا آغاز محترم جناب قاضی محمد کامل قاسمی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، تلاوت کلام پاک کے بعد صدر اجلاس وکل ہند کنوینر کمیٹی حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے اپنے افتتاحی کلمات میں فرمایا کہ:

آج کی یہ میٹنگ اس لئے طلب کی گئی ہے تاکہ اب تک جو کام انجام پائے ہیں ان کا جائزہ لیا جائے اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کیا جائے، بورڈ نے ۲۶ر نومبر ۲۰۱۱ء کی مجلس عاملہ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ ملک گیر پیمانے پر پہلے مرحلہ میں عوامی بیداری کے لئے تحریک چلائی جائے، چنانچہ یہ تحریک بورڈ کے متعین کردہ چار ایشوز پر چلائی گئی اور ملک بھر میں اس سلسلہ میں بیداری کا کام کیا گیا، RTE قانون میں ترمیم، مضبوط وقف بل کی تدوین کے لئے کوشش، ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ بل میں ترمیم اور یوپی کی زرعی زمینات میں خواتین کا حق وراثت، الحمد للہ تحریک کی بیداری مہم کامیابی کی طرف رواں دواں ہے اور الحمد للہ بورڈ کی خواہش کے مطابق اب RTE میں ترمیم ہوچکی ہے اور اس سلسلہ میں جو خطرات تھے وہ فی الحال ٹل گئے ہیں۔

کنوینر محترم نے DTC کے تعلق سے اپنے احساس کے اظہار کے ساتھ فرمایا کہ یہ معاملہ ابھی سردخانے میں چلا گیا ہے، اور میری رائے ہے کہ اب بقیہ تین معاملات کو لیکر عوام کے پاس جایا جائے، RTE کی بدلی ہوئی صورتحال سے واقف کرایا جائے اور بقیہ تینوں معاملات کو آگے بڑھایا جائے۔

وقف ایکٹ کے سلسلہ میں بورڈ نے جو صورتحال رکھی ہے اور جو ایکٹ ہم لوگ چاہتے ہیں اسمیں حکومت اور بورڈ کے درمیان بنیادی طور

پر ۱۳ر دفعات میں اختلاف ہے، اسمیں پہلی بات اور مطالبہ بورڈ کا یہ ہے کہ پبلک پریمسیز ایکٹ نافذ ہو، حالانکہ سلمان خورشید صاحب اس کے لئے تیار نہیں ہیں جبکہ پروفیسر سیف الدین سوز صاحب PPA کے حق میں ہیں، پروفیسر سیف الدین سوز صاحب سے ۳۰ر مئی ۲۰۱۲ء کو ہماری ملاقات ہونی ہے اسمیں جو جس کو قائل کرلے والی بات ہوگی، انشاء اللہ، ہماری بنیادی ۱۳ر ترمیمات تو بظاہر ایسی ہیں کہ پورے طور پر وہ مانیں گے نہیں لیکن بنیادی طور پر PPA کا نفاذ اور غیر مسلموں کے وقف کو وقف مانا جائے، وقف کرنے والا مسلمان ہو یہ ضروری نہیں ہے، وقف کی تعریف درست ہو، وقف کا رجسٹریشن ہونا چاہئے، مگر رجسٹریشن وقف کا تنہا ثبوت نہ ہو، بلکہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے مطابق مجوزہ ایکٹ کی اصلاح کی جائے۔

آپ نے اپنے طویل تجربات کی روشنی میں اپنے احساسات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک آدھ پوائنٹ کو چھوڑ کر انشاء اللہ ہم سب میں کامیاب ہوں گے۔ آپ نے میٹنگ میں یہ بھی بتایا کہ اب تک تحریک کے سلسلہ میں جو بھی اخراجات ہوئے ہیں اس میں بورڈ کے فنڈ سے ایک روپیہ بھی خرچ نہیں ہوا ہے بلکہ اس مد میں میں نے ذاتی طور پر لوگوں سے دامے درمے سخنے تعاون کی درخواست کی تھی اور الحمد للہ ابھی بھی تحریک کی مد میں ساٹھ ہزار سے اوپر کی رقم موجود ہے۔

آپ نے یوپی کی زرعی زمین میں خواتین کی وراثت کے سلسلہ میں بتایا کہ وزیر اعلیٰ جناب اکھلیش سنگھ کا خط حضرت صدر صاحب محترم کے نام موصول ہوا ہے اس کے بعد ہم نے جناب کمال فاروقی صاحب کے ساتھ جناب ملائم سنگھ صاحب سے ملاقات کی انہوں نے کہا کہ یہ کام ہوجائیگا۔ آپ نے بتایا کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ملاقات اور گفتگو پر بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ تین چار لوگوں کے ساتھ دو چار دن مستقل لکھنؤ میں قیام کرکے اس کے لئے کوشش کی جائے۔

جناب کمال فاروقی صاحب: نے کے رحمٰن خانصاب اور مولانا محمود مدنی صاحب کی رائے کے حوالہ سے بتایا کہ ہمارا اور بورڈ کا موقف یہ ہے کہ DTC ہمارے خلاف ہے لیکن ان دونوں حضرات کی رائے میں یہ ہمارے لئے اتنا مضر نہیں ہے اس پر غور کرلیا جانا چاہئے۔

وقف کے سلسلہ میں آپ نے کہا کہ اب نرمی سے، ملاقات اور گفتگو کا سلسلہ بند کرکے سیدھے سیدھے اب الٹی میٹم دیا جائے اور دوٹوک انداز میں متنبہ کرتے ہوئے دھمکی دی جائے کہ ہم پورے ملک میں اس کے خلاف تحریک چلائیں گے اسی طرح کی دھمکی سے ہم RTE میں کامیاب ہوئے ہیں اور اب اسی طریقہ کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ اب بغیر دھمکی کے بات بننے والی نہیں ہے بلکہ اب تو وقت کی تعیین کے ساتھ حکومت کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے بات کی جائے۔

آثار قدیمہ کی مساجد پر حکومت سے گفتگو کی جانی چاہئے۔

مولانا محمد ولی رحمانی صاحب: یہ موضوع ابھی ہمارے دائرہ میں نہیں ہے ہماری کمیٹی چار متعین کاموں کے لئے بنی ہے۔

آثار قدیمہ کی مساجد کس دائرے میں آئیں گی ابھی اسکو ہم طے کرنے نہیں بیٹھے ہیں نہ اس پر اس میٹنگ میں غور کرنا ہے بلکہ اس سے پہلے درج ذیل چیزوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہے۔

۱۔ آثار قدیمہ کا دائرہ کار و اختیار، اور کسی عمارت کو تحویل میں لینے کی وجہ

۲۔ آثار قدیمہ کے تحت مسجدوں میں نماز پر پابندی کس قانون کے پیش نظر لگائی گئی ہے

۳۔ اوقاف کی مساجد جسمیں بعض کے تعلق سے وقف بورڈ کیوں خاموش ہے

جناب کمال فاروقی صاحب: آج کی اس میٹنگ میں میرے خیال میں مجوزہ وقف ایکٹ کو ترجیح دی جائے

محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ: اس وقت صرف اوقاف کی جائیداد کے تحفظ کے لئے اس قانون میں ترمیم کی کوشش کیجائے۔

محترمہ حسینہ حاشیہ صاحبہ: اوقاف پر پہلی فرصت میں توجہ دی جائے، میری ذاتی رائے ہے کہ ہر صوبہ سے اوقاف کے سلسلہ میں چند لوگوں کو منتخب کرکے آپ کی سرپرستی میں ان سے کام لیا جائے، ہر علاقہ میں اوقاف کی فہرست تیار

کر کے تحفظ کی کوشش کی جائے۔

محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ: اوقاف کے لئے ترجیحی بنیاد پر کوشش کی جائے، مساجد کی واگزاری کے لئے بھی یہ کمیٹی کام کرے۔

مولانا محمد ولی رحمانی صاحب: دیکھئے اس کمیٹی کا ایک دائرہ متعین ہے، اور ہم اس سے باہر نہیں جاسکتے آپ لوگ محترم صدر صاحب اور محترم جنرل سکریٹری صاحب کو اپنی رائے لکھ کر بھیجیں۔

جناب سید محمد احمد صاحب: اس وقت پورے ملک میں نوجوانوں کی گرفتاری کا جو سلسلہ شروع ہے، اسکو بورڈ دیکھے اور اپنے ہاتھ میں لے۔

مولانا محمد ولی رحمانی صاحب: دیکھئے جناب محمد احمد صاحب آپ کو بورڈ کا دائرہ کار معلوم ہے، آپ لوگ اپنے طور پر یا دیگر جماعتوں کے پلیٹ فارم سے اس کام کو کریں۔

جناب سید محمد احمد صاحب: میں نے اس پر کام شروع کر دیا ہے، بڑی تکلیف دہ صورتحال ہے۔

جناب مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب، جناب منیر احمد خانصاب اور دوسرے حضرات کے اظہار خیال کے بعد حسب ذیل امور طے کئے گئے:

☆ طے کیا گیا کہ تحریک میں اب سب سے مقدم اوقاف کو رکھا جائے۔

☆ ایک معیاری پروگرام منعقد کیا جائے، جسمیں جناب کپل سبل صاحب کو بھی بلایا جائے اور RTE میں ترمیم کے لئے وزیر محترم کی تحسین کیجائے۔

☆ سردست دہلی، لکھنؤ، حیدرآباد اور ہر صوبہ کی راجدھانی اور ضلع کے صدر مقام پر عوامی بیداری کے لئے بڑا پروگرام کیا جائے، اس کی ابتداء دہلی سے کی جائے اور اسمیں عوام کو بتایا جائے کہ آپ کی محنتوں اور کاوشوں کی بنا پر RTE میں ترمیم ہوگئی اب بقیہ یہ قوانین ہیں اسمیں ترمیم کرانا انتہائی اہم ہیں اس کے لئے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اجلاس دہلی کے سلسلہ میں جناب کمال فاروقی صاحب، مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب اور جناب محمد احمد صاحب کو ذمہ دار قرار دیا گیا۔

☆ ہر صوبے کے صدر مقامات پر تین مہینے کے اندر بڑا پروگرام ہو۔

● ملک گیر آئینی حقوق بچاؤ تحریک کے تعلق سے کل ہند کنوینز حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کی طرف سے مؤرخہ ۱۱؍جون ۲۰۱۲ء کو مذکورہ بالا کمیٹی کی کارروائی کے ساتھ حسب ذیل خط ارکان بورڈ کی خدمت میں بھیجا گیا۔

مکرم و محترم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو!

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ مرکزی حکومت نے رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ میں ترمیم منظور کرلی ہے، اور ترمیم پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے بھی منظور کیجا چکی ہے، بورڈ کی یہ ایک بڑی کامیابی ہے، بقیہ تین قوانین کے سلسلہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ملک گیر آئینی حقوق بچاؤ تحریک کے مرکزی ارکان کی ایک اہم میٹنگ مؤرخہ ۲۷؍مئی ۲۰۱۲ء کو بورڈ کے مرکزی دفتر نئی دہلی میں منعقد ہوئی، جس میں آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کیا گیا اور اس کی روداد اس درخواست کے ساتھ آنمحترم کی خدمت میں روانہ کی جارہی ہے۔ کمیٹی کے کئے ہوئے فیصلوں کی انجام دہی کیلئے آپ کے تعاون کی بڑی ضرورت ہے، اور اس کے لئے آپ کے علاقہ/شہر/ضلع اور صوبہ میں عوامی واقفیت کیلئے پروگرام ضروری ہیں، براہ کرم آپ اس سلسلہ میں پروگرام مرتب فرما کر دفتر کو مطلع کریں، اس وقت آپ کا یہ تعاون ملت کی ایک بڑی خدمت ہوگی، اور مسلم پرسنل لا بورڈ کو اس سلسلہ کے اقدام میں توانائی محسوس ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہم سبھوں کی سرخروئی کا ذریعہ بنے گی۔

امید ہے کہ آپ سرگرم تعاون کے ساتھ ساتھ اس خط کا تشفی بخش جواب بھی مرحمت فرمائینگے، ہمیں آپ کے جواب کا شدت سے انتظار ہے۔

● تحریک کو پورے ملک میں سرگرم کرنے کے تعلق سے کل ہند کنوینز حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کی طرف سے مؤرخہ

۲۸؍جولائی۲۰۱۲ء کوحسب ذیل خط ارکان بورڈ و مدعوئین کرام کو دفتر سے روانہ کیا گیا۔

مکرم ومحترم! زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو!

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ منعقدہ ۱۵؍جولائی ۲۰۱۲ء لکھنؤ میں یہ طے کیا گیا کہ بورڈ کی آئینی حقوق بچاؤ تحریک جاری رہے گی، اسی تحریک کی وجہ سے حکومت نے مفت لازمی حق تعلیم (RTE) کے قانون میں بورڈ کی ترمیم کو شامل کرکے قانون کا حصہ بنا دیا۔ اسی طرح ضرورت ہے کہ وقف ایکٹ میں بھی آئین ہند، سپریم کورٹ کے فیصلوں، پچھلے قوانین اور تجربات کی روشنی میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی تجویزوں کے پیش نظر حکومت ہند نیا مسودہ قانون پارلیمنٹ میں پیش کرے، ـــــــــ مگر جو صورتحال میری نظر میں ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مرکزی وزارت اقلیتی امور اور مرکزی وزارت قانون وقف قانون میں ضروری ترمیم کرنے اور مناسب مسودہ تیار کرنے کیلئے تیار نہیں ہےـــــــــ اس کے لئے ضروری ہے کہ سرگرم طریقہ پر آئینی حقوق بچاؤ تحریک کو آگے بڑھایا جائے، اس سلسلہ میں چند گذارشات ہیں:

۱۔ اپنے حلقہ احباب وکارکنان ومعاونین کے تعاون سے اس کے لئے علاقائی/صوبائی سطح پر عید کے بعد چھوٹے اور بڑے پیمانے پر اجلاس کئے جائیں اور بورڈ کی کوششوں اور موقف سے عوام کو واقف کرایا جائے۔

۲۔ مقامی ایم ایل اے و ایم پی حضرات سے بھی اس سلسلہ میں نمائندگی کی جائے اور اپنے پروگراموں میں ان کو بھی بلایا جائے اور بورڈ کے موقف سے ان کو واقف کرایا جائے۔

۳۔ براہ کرم توجہ دیں، اور پروگرام بنا کر مرکزی دفتر کے پتہ پر بھیجیں، آپ حضرات کی تھوڑی تھوڑی سی توجہ اور تھوڑی تھوڑی سی حرکت وزحمت انشاء اللہ تعالیٰ بڑی کامیابی اور اوقاف کے تحفظ کا ذریعہ بنے گی۔

۴۔ آئینی حقوق بچاؤ تحریک کی طرف سے ان مسائل پر جو سہ ورقہ شائع کرایا گیا تھا، وہ پہلے آپ کی خدمت میں بھیجا جا چکا ہے، اگر محفوظ نہ ہو، تو منگوالیں، اور اسے چھپوا کر اپنے حلقہ کار میں تقسیم کرائیں۔

قانون وقف میں ترمیم کے سلسلہ میں بورڈ کا جو موقف ہے اسکی کاپی منسلک ہے۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ کا معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے، اسلئے تحریک کے اگلے مرحلوں میں اس معاملہ پر روشنی ڈالنا بھی ضروری ہے۔ اور عام لوگوں کو آسان زبان میں اس نقصان دہ قانون کے پہلوؤں اور دوررس اثرات سے واقف کرانا ضروری ہے۔

● تحریک کے کل ہند کنوینر حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے رمضان المبارک کے پہلے ہفتہ میں قانون وقف میں ترمیم کے لئے مرکزی وزیر قانون و اقلیتی امور جناب سلمان خورشید صاحب و چیئر مین سلیکٹ کمیٹی راجیہ سبھا جناب پروفیسر سیف الدین سوز صاحب اور جناب کے۔ رحمٰن خانصاحب سے کئی ملاقاتیں کیں اور قانون وقف میں ترمیم کے سلسلہ میں متوجہ کیا ہے۔ عید کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

● تحریک کے تعلق سے حضرت جنرل سکریٹری صاحب کی طرف سے مؤرخہ ۶؍اگست ۲۰۱۲ء کو حسب ذیل خط دہلی کے ائمہ مساجد کو بھیجا گیا۔

مکرم ومحترم! زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو!

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا قیام اور خدمات آپ سے مخفی نہیں ہے، اور اس کا صدر دفتر بھی آپ ہی کے علاقہ میں واقع ہے، بلاشبہ ائمہ کرام کی حیثیت سماج اور معاشرہ میں ایک آئیڈیل اور نمونہ کی ہے، اور ان کا مقام صرف امام تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک مربی اور محسن کی بھی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اس کا مقام بڑا اہم ہے۔

۲۶؍نومبر ۲۰۱۱ء کو بورڈ کی مجلس عاملہ کے فیصلہ کی روشنی میں بورڈ نے حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی سربراہی میں عوامی بیداری کے لئے ملک گیر آئینی حقوق بچاؤ تحریک شروع کی اور اس کی ابتداء آپ ہی لوگوں کے بھرپور تعاون کے بعد دہلی سے

کی گئی جس کا پورے ملک میں جوش وخروش کے ساتھ استقبال کیا گیا اور ملک کے مسلمانوں کی اجتماعی کوششوں سے حکومت ہند نے RTE کے قانون میں بورڈ کی ترمیم کو قانون کا حصہ بنایا ہے اور بعض امور پر حکومت سنجیدہ نظر آرہی ہے۔ اگر آپ لوگوں کا تعاون حاصل رہا تو انشاء اللہ ہم پوری طرح دیگر مسائل میں بھی کامیاب ہوں گے۔

اس وقت پورے ملک کی جو صورتحال ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس پر نگاہ رکھیں مختلف چور دروازوں سے جس طرح ہمارے اسلامی تشخصات پر شب خون مارنے کی سازشیں کی جارہی ہیں حکمراں جماعت کی ان سازشوں سے عوام کو باخبر کرنے اور ان کے اندر بیداری پیدا کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے وقتاً فوقتاً ان مسائل و امور کے سلسلہ میں آپ حضرات کو کئی بار زحمت دی ہے اور آپ کے ساتھ تبادلہ خیال کیا گیا ہے۔

ضرورت ہے کہ ائمہ کرام کے ساتھ ساتھ مساجد کے مرکزی ذمہ داران کے ساتھ بھی وقتاً فوقتاً تبادلہ خیال کی غرض سے نشست رکھی جائے اور ان کے مشوروں سے بھی فائدہ اٹھایا جائے، اس لئے آپ اپنے علاقہ کے صاحب رائے، اہل خیر و بااثر دینی وملی امور و معاملات سے دلچسپی لینے والے حضرات کے نام اور پتے فون اور ای میل بورڈ کے مرکزی دفتر دہلی کو روانہ فرمائیں تاکہ ان سے رابطہ قائم کیا جاسکے اور ان کی خدمت میں بورڈ کے تعارفی لٹریچر اور خطوط وغیرہ روانہ کئے جاسکیں۔

امید ہے کہ ہمیشہ کی طرح آپ اس بار بھی خصوصی توجہ فرما کر مساجد کے ذمہ داران اور اہم اشخاص کی فہرست مکمل پتے وغیرہ کے ساتھ روانہ فرمائیں گے۔

● تحریک کو آگے بڑھانے اور اسمیں شدت لانے کے تعلق سے کل ہند کنویز حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کی طرف سے مؤرخہ ۳ر اکتوبر۲۰۱۲ء کو حسب ذیل خط ارکان بورڈ و جملہ مدعوئین کرام کو بھیجا گیا۔

مکرم ومحترم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو!

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ملک گیر آئینی حقوق بچاؤ تحریک کا قیام بورڈ کی مجلس عاملہ ۲۶ر نومبر ۲۰۱۱ء کو عمل میں آیا اور کمیٹی نے قیام کے بعد ہی سے ملک گیر پیمانے پر عوامی بیداری کا کام شروع کردیا جس کا خاطر خواہ اثر ایوان حکومت پر بھی پڑا۔ بورڈ کی اس کمیٹی کی ایک اہم میٹنگ ۲۷ر مئی ۲۰۱۲ء کو بورڈ کے دفتر میں ہوئی جس کی مکمل روداد اس درخواست کے ساتھ آپ کی خدمت میں مؤرخہ ۱۱ر جون ۲۰۱۲ء کو بھیجی گئی تھی کہ "کمیٹی کے کئے ہوئے فیصلوں کی انجام دہی کے لئے آپ کے تعاون کی بڑی ضرورت ہے، اور اس کے لئے آپ کے علاقہ رشہر رضلع اور صوبہ میں عوامی واقفیت کے لئے پروگرام ضروری ہیں۔ براہ کرم آپ اس سلسلہ میں پروگرام مرتب فرما کر دفتر کو مطلع کریں"۔

پھر مجلس عاملہ نے ۱۵ر جولائی ۲۰۱۲ء کو اس سلسلہ میں فیصلہ کیا کہ تحریک کو آگے بڑھایا جائے اور اسمیں شدت لائی جائے، اسکی اطلاع آپ کی خدمت میں ۲۸ر جولائی ۲۰۱۲ء کو روانہ کی جاچکی ہے، اور اب اس عریضہ کے ذریعہ یاددہانی کرائی جارہی ہے۔ براہ کرم توجہ دیں اور اپنے یہاں ارکان بورڈ، مدعوئین اور مخلصین کے تعاون سے اجلاس کر کے قانون حق تعلیم میں تبدیلی کو بھی لوگوں تک پہنچائیں ساتھ ہی قانون وقف اور ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ کے مطالبہ کو بھی لوگوں کے سامنے رکھیں انہیں پورے طور پر واقف کرانے کی زحمت فرمائیں اور مسئلہ کی حساسیت کو بتائیں۔ نیز اس سلسلہ میں ائمہ مساجد کو جمع کر کے معاملہ کی پوری وضاحت کرتے ہوئے ان سے گذارش کریں کہ وہ جمعہ کے خطبہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے پیش کئے ہوئے ان نکات پر گفتگو کریں۔

آپ سے یہ بھی گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں کی گئی کارروائی سے بورڈ کے مرکزی دفتر (دہلی) کو مطلع فرمائیں۔

مجھے امید ہے کہ میرے اس خط کے پہنچنے کی اطلاع بذریعہ کارڈ یا فون مرکزی دفتر کو دیں گے۔

دارالقضاء کمیٹی

● ۲۴ر مئی ۲۰۱۲ء کو دارالقضاء کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی

ایک اہم میٹنگ ہوئی جس کی روداد ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

آج مؤرخہ ۲۴؍مئی ۲۰۱۲ء دارالقضاء کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی ایک میٹنگ ایفا بلڈنگ جوگابائی نئی دہلی میں حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی صدارت میں گیارہ بجے دن میں شروع ہوئی، حضرت مولانا عبیداللہ الاسعدی کی تلاوت قرآن پاک سے میٹنگ کا آغاز ہوا، درج ذیل حضرات نے شرکت فرمائی۔

۱۔ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب (رکن)

۲۔ حضرت مولانا محمد عبیداللہ الاسعدی صاحب (رکن)

۳۔ حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب (رکن)

۴۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب (رکن)

۵۔ مولانا قاضی کامل صاحب (مدعو خصوصی)

کنو ینر دارالقضا کمیٹی نے کمیٹی کی گذشتہ میٹنگ (۳۱؍مئی ۲۰۱۱ء) کی کارروائی رپورٹ پڑھ کر سنائی، اور اس میٹنگ میں کئے گئے فیصلوں پر عمل آوری کی صورت حال ارکان کے سامنے رکھی، کمیٹی نے گذشتہ کارروائی کی توثیق فرمائی، اور سال گذشتہ کی کارگذاری رپورٹ سننے کے بعد تبادلۂ خیالات کیا، کمیٹی نے اس بات پر اظہار اطمینان کیا کہ ۲۰۱۲ء میں یوپی کے تین مقامات (بڑوت، گلچینہ، غازی آباد اور الہ آباد) میں دارالقضا کا قیام ہوا۔

کمیٹی نے بحث وتمحیص کے بعد درج ذیل فیصلے کئے

(۱) رمضان المبارک ۱۴۳۳ء کے بعد المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد میں ایک قضاء کیمپ منعقد کیا جائے جس میں آندھرا پردیش، گجرات، مہاراشٹر، مدھیہ پردیش نیز جنوبی ہند کے دوسرے صوبوں کے قاضیوں، ان کے معاونین اور قضاء وافتاء سے تعلق رکھنے والے منتخب علماء اور اصحاب افتاء کو دعوت دی جائے۔ اس کیمپ کے انعقاد اور ضیافت کی ذمہ داری المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کے بانی حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے قبول فرمائی۔

(۲) اسی طرح کا ایک قضاء کیمپ رمضان المبارک کے بعد لکھنؤ میں ہونا طے پایا جس میں یوپی، دہلی، ہریانہ، اتراکھنڈ کے قضاۃ، ان کے معاونین نیز قضاوافتاء سے دلچسپی رکھنے والے منتخب علماء اور اصحاب افتاء کو دعوت دی جائے گی، اس کیمپ کی تفصیلات صدر بورڈ دامت برکاتہم کے مشورے سے طے کی جائیں گی۔

(۳) جامعہ علوم القرآن جمبوسر بھروچ گجرات میں گجرات کی سطح کا ایک تربیت قضا کیمپ گذشتہ میٹنگ میں طے پایا تھا لیکن وہ منعقد نہ ہوسکا، حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب سے رابطہ کرکے اس کیمپ کی تاریخیں اور تفصیلات طے کرلی جائیں گی۔

(۴) دیوبند میں قیام دارالقضاء کی بات کافی دنوں سے چل رہی ہے لیکن ابھی تک اس سلسلے میں عملی پیش رفت نہیں ہوسکی، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اور کنو ینر دارالقضاء کمیٹی (مولانا عتیق احمد بستوی) حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم سے رابطہ کرکے اس سلسلے میں کوشش کریں کہ قیام دارالقضا کا کام جلد ہوجائے اور قیام دارالقضاء کے پروگرام کے ساتھ دیوبند میں تربیت قضا کیمپ منعقد کرانے کی بھی کوشش کریں۔

(۵) آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی نگرانی میں قائم دارالقضاء نیز بورڈ سے ملحق فصل خصومات کے اداروں، قضاۃ اور منتظمہ کمیٹی کے بارے میں ضابطہ عمل کا مسودہ (جسے کنو ینر دارالقضا کمیٹی نے تیار کیا تھا) میٹنگ میں پیش کیا گیا، ارکان نے اس مسودہ پر گفتگو کی اور بعض جزوی تبدیلیوں اور اضافوں کے ساتھ اسے منظور کیا اور طے کیا کہ منتظمہ کمیٹی اور قاضی کے بارے میں ضوابط بورڈ سے متعلق ہر دارالقضا کو بھیج دیئے جائیں۔

(۶) کمیٹی نے طے کیا کہ ایک ایسی مختصر تحریر بھی مرتب کی جائے جس میں بورڈ کی جانب سے قیام درالقضاء کا طریقہ اور اس کے لئے مطلوبہ شرائط درج ہوں، خاص طور سے دارالقضاء کی عمارت کے بارے میں تفصیل ہو کہ دارالقضاء کے لئے کس طرح کی اور کتنے کمروں والی عمارت کی ضرورت ہے، مناسب ہے کہ

دارالقضاء کی عمارت کا ایک نقشہ بھی تیار کرالیا جائے۔

(۷) دارالقضاء دہرہ دون کے مقدمہ ۵/۸۸، ۱۴۳۲ھ شبینہ خاتون بنام محمد اشرف کے فیصلے کے خلاف مدعی علیہ نے جو اپیل صدر بورڈ کی خدمت میں بھیجی ہے اسے قبول کیا جاتا ہے، فریقین اور ڈاکٹر فاروق صاحب کو اس کی اطلاع کردی جائے، مدعی علیہ کو لکھا جائے کہ اس نے جو کچھ چیزیں انگریزی میں داخل کی ہیں سب کا مستند ترجمہ اردو میں داخل کرے، ترجمہ داخل ہونے کے بعد صدر بورڈ اپیل کی سماعت کے لئے کسی شخص یا اشخاص کو مقرر فرمائیں گے، قاضی پر جو الزام عائد کیا گیا ہے اس کی تحقیق بھی اپیل بنچ کرے گی۔

(۸) بورڈ کے ماتحت دارالقضاؤں کے فیصلوں کے خلاف اپیل صدر بورڈ دامت برکاتہم کی خدمت میں بھیجی جائے، اور صدر بورڈ اس کی سماعت کے لئے کسی سینئر قاضی کو طے فرمائیں۔

(۹) دارالقضا کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ارکان میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مظفر پوری دامت برکاتہم کا نام شامل کیے جانے کی سفارش کی جاتی ہے، صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری دامت برکاتہم سے اس کی منظوری لے لی جائے۔

تفہیم شریعت کمیٹی

● ۲/ستمبر ۲۰۱۲ء کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تفہیم شریعت کمیٹی کی طرف سے مسلم وکلاء وطلبا اور دانشوروں پر مشتمل ایک اہم کانفرنس بورڈ کی مجلس عاملہ کے رکن اور سابق ڈین شعبہ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی صاحب کی سرپرستی ونگرانی میں ہوئی جس کی تفصیلی رپورٹ حسب ذیل ہے۔

۲/ستمبر ۲۰۱۲ء کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک پر فیکلٹی آف آرٹس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تفہیم شریعت کے موضوع پر مسلم پرسنل لا کانفرنس منعقد ہوئی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مسلم پرسنل لا کانفرنس کے کنوینر پروفیسر ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی صاحب نے اپنے استقبالیہ خطبہ میں فرمایا کہ ۱۹۳۷ء شریعت اپلی کیشن ایکٹ کے بعد سے آج تک مسلمانوں کے عقیدہ اور مذہب کے خلاف ملک کی عدالتوں میں فیصلے ہوتے رہے ہیں۔ کبھی فاضل ججوں کی متعصّبانہ ذہنیت کی وجہ سے اور کبھی شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے، مسلمان وکیلوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلم پرسنل لا سے خود بھی واقف ہوں اور اپنے غیر مسلم ساتھیوں اور فاضل ججوں کو بھی واقف کرائیں اور مسلمانوں کو شریعت کے مطابق حق دلانے میں تعاون کریں۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے فرمایا کہ اللہ کا قانون مکمل اور باعث رحمت ہے، اس پر مسلمانوں کو خود بھی عمل کرنا چاہئے تاکہ دین ودنیا کی سعادتیں حاصل ہوں، انصاف کا معیار جتنا برحق ہوگا اور ملک کی اقلیتوں کو جتنا انصاف ملے گا اس سے ملک کا تعارف ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ امارت شرعیہ بہار جیسے ادارے ہرصوبے میں قائم ہونے چاہئیں اور علمی جہاد سے اچھا کوئی جہاد نہیں ہے۔ اپنی افتتاحی تقریر میں فیکلٹی آف لا کے ڈین پروفیسر سلیم اختر صاحب نے فرمایا کہ مسلم پرسنل لا مسلمانوں کا باوقار ادارہ ہے اس کے فیصلوں اور تجاویز کے نفاذ کے لئے ہم سب کو جدوجہد کرنی چاہئے۔ کورٹ میں جو فیصلے ہوتے ہیں ان کے تجزیہ کی ضرورت ہے اور جج حضرات کو اسلامی نقطۂ نظر سے واقف کرانے کے لیے ریسرچ اسکالرس کو تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس پر متعدد سمینار منعقد کرنے کی ضرورت ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری اور تفہیم شریعت کمیٹی کے کل ہند کنوینز مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اپنے کلیدی خطبہ میں اسلام کے نظام قانون کی جامعیت اور افادیت کا تعارف کرایا۔ حقوق وفرائض کا توازن اور مرد وعورت کے حقوق کے تعین کی حکمت پر روشنی ڈالی۔ بورڈ کی مجلس عاملہ کے رکن اور دارالقضا کمیٹی کے کل ہند کنوینز مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے فرمایا کہ شریعت کے قوانین اور ان کی اصطلاحوں کی تشریح اور تعبیر کا حق صرف ان حضرات کو ہے جو قرآن وسنت کی زبان اور شریعت کی روح سے واقف ہیں۔ جو جج حضرات شریعت کی زبان، روح اور جزئیات سے ناواقف ہیں ان کی تعبیر وتشریح خلاف انصاف ہے،

اس کی وجہ سے شریعت اپلی کیشن ایکٹ بے معنی ہو جاتا ہے۔ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ قانون اور شعبۂ دینیات کومل کر عدالتی فیصلوں کا علمی تجزیہ کرنا چاہئے۔ ہمایوں رشید صاحب نے مسلم پرسنل لا کے نفاذ میں عملی دشواریوں پر روشنی ڈالی، انہوں نے کہا کہ ملک کے سیکولر نظام قانون میں دوسری اقلیتوں کے ساتھ مسلمانوں کے خاندانی قانون کو بھی تسلیم کیا گیا ہے، مگر اسلام کے خاندانی قانون سے ناواقفیت اور اس کے تئیں عدم اخلاص کی وجہ سے اس کا نفاذ نہیں ہو پاتا، اگر سنجیدگی اور معقولیت کے ساتھ اس قانون کی دفعات کی تشریح کی جائے تو اس کے نفاذ میں پیش رفت ہو سکتی ہے اس میں وکیلوں کا اہم رول ہے۔ محمد احمد کاظمی صاحب نے سپریم کورٹ میں مسلم پرسنل لا سے متعلق کیے گئے پچھلے پچاس سالوں کے فیصلوں کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ معزز کورٹ کو صرف انہی حدود میں اپنے فیصلوں کو مرتکز کرنا چاہئے جو عدالت کے دائرہ میں آتے ہیں۔ شریعت کے متعلق عدالتوں میں جو ابہام اور غلط فہمی ہے اسے دور کرنا ہوگا اور اس کے لیے علماء سے زیادہ وکیلوں اور قانون کے ماہرین کو اپنا رول ادا کرنا ہوگا۔ آگرہ کے سینئر وکیل جناب شمیم بیگ صاحب نے کہا کہ اگر مسئلہ صرف مسلمانوں سے متعلق ہے تو مسلم لا کے تحت فیصلہ کرنے میں عدالتوں کی ناکامی افسوس ناک ہے۔ مسلمان عوام کو باہمی معاملات کا تصفیہ اسلامی عدالتوں سے کرانا چاہئے اور ملکی عدالت کو مداخلت کی درخواست نہیں کرنی چاہئے۔ علی گڑھ کے سینئر وکیل جناب فرحت عثمانی صاحب نے کہا کہ بہت سے جج حضرات مسلم پرسنل لا سے نہ تو واقف ہیں اور نہ جاننا چاہتے ہیں پھر بھی وہ مسلم پرسنل لا سے متعلق فیصلے صادر کرتے ہیں، ان کی رہنمائی کا کوئی نظم ہونا چاہئے۔ فیکلٹی آف لا کے ایسوسی ایٹ پروفیسر اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن ڈاکٹر شکیل احمد صمدانی صاحب نے کہا کہ قانون شریعت اللہ کا دیا ہوا ایک انعام ہے اور اللہ کا احسان ہے، مسلمانوں کو اس پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ یہ قانون عملی ہے اور باعث رحمت ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے مسائل قانون شریعت کے ذریعہ حل کریں۔ صدارتی تقریر کرتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سینئر ممبر اور یوپی کے ایڈیشنل ایڈوکیٹ جنرل جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے کہا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تفہیم شریعت کا پروگرام بار بار ہونا چاہئے تاکہ یہاں کے قانون داں، طلبا اور وکلاء حضرات ملک کی عدالتوں اور وکلاء کے لیے رہنما بن سکیں۔

پریس ریلیز:

- نئی دہلی: ۱۸ر ستمبر ۲۰۱۲ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے وزیر اعظم من موہن سنگھ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت پر مبنی فلم کے تعلق سے صدر امریکہ بارک اوباما سے کہیں کہ اس فلم کے بنانے والوں اور اس میں کام کرنے والوں کے علاوہ پیاسٹر ٹیری جونس کے خلاف سخت عبرتناک کاروائی کریں اور ساری دنیا کے مسلمانوں سے معافی چاہیں۔ وزیر اعظم ہند سے یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ وہ شرانگیز فلم کی ہمارے ملک ہندوستان میں مکمل یا جزوی نمائش یا ٹریلر دکھانے پر سخت پابندی عائد کردے اور یہی پابندی سوشیل میڈیا یوٹیوب وغیرہ پر عائد کردے۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی اسسٹنٹ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے وزیر اعظم کے نام ایک مراسلہ میں بورڈ کی جانب سے یہ مطالبات کئے ہیں۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی نے کہا کہ شرانگیز فلم پر جہاں دنیا کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ وہیں ہندوستان کے نہ صرف مسلمان بلکہ انصاف پسند دیگر ہندوستانیوں میں غم و غصہ کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والی کتابوں پر پابندی کی روایت رہی ہے اس لئے وزیر اعظم کو ایسا قدم اٹھانے سے چوکنا نہیں چاہیے۔ انھوں نے عام تبصرہ میں کہا کہ یہودی امریکہ کے مفادات کو نقصان پہنچا رہے ہیں اب تو تحقیقاتی کتابوں کے بعد امریکی ایوان نمائندگان کے رکن ڈیویڈ ڈیوک کے بیان سے یہ بات واضح ہوچکی ہے ۹/۱۱ میں طیاروں کے اغوا اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرانے کا شرمناک اور تباہ کن واقعہ بھی یہودیوں کی سازش تھی جس نے امریکہ کو انتہائی جارحیت پسند ملک بنادیا۔ امریکہ کے صاحبان اقتدار کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک کے مفادات کا تحفظ کریں اور ان عناصر کو سختی سے کچل دیں جو ان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

- اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ نے اس متنازعہ فلم کے تعلق سے وزیراعظم کے نام درج ذیل خط لکھا۔

To
Hon'ble Shri Manmohan Singh
Prime Minister of India
New Delhi.
Dear Sir,

The muslims all over the world are agitating and organizing demonstrations before US and some European Embassies and Consulates protesting against a film deceptively titled "Innonce of Muslims" in California USA. Because this film has been produced with an intention to insult the personality of the Holy Prophet (SAWS) and there are dialogues which promote hatred and sentiments of enmity against Prophet Mohammed (SAWS).

In these circumstances the All India Muslim Personal Law Board demands of you as the Prime Minister of India to convey the deep hurt felt by the Indian Muslims and other justice loving citizens of India to and to impress upon Mr.Barack Obama, President of the USA to take deterrent action against those who produced and those who worked in this condemnable film and also against Pastor Terry Jones of Florida who had supported of this film. The All India Muslim Personal Law Board further demands that exhibition of this mischievous film in our country or of its trailer should be banned and such prohibition should also cover social media like google, Utube and like.
I may remind you that our country has a tradition of banning writings and books which hurt religious sentiments of any section of the people and therefore the prohibition of that mischievous film will be in keeping with the traditions of our country.

Soliciting expeditious response.

Yours sincerely,
Md. Abdul Rahim Quraishi
General Secretary.

وفیات:

رکن بورڈ و سابق امیر جماعت اسلامی ہند جناب ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری صاحب ۳/اکتوبر ۲۰۱۲ء کو طویل علالت کے بعد مالک حقیقی سے جا ملے۔

غیر ارکان میں مولانا سید ارشد مدنی صاحب کی والدہ محترمہ کا ۵/جولائی ۲۰۱۲ء، سید غلام اکبر صاحب رکن جماعت اسلامی ہند، مولانا اسرارالحق قاسمی صاحب کی اہلیہ محترمہ کا ۹/جولائی ۲۰۱۲ء، مولانا خالد اشرف صاحب رکن بورڈ کی اہلیہ محترمہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استاد و سابق ایڈیٹر تعمیر حیات و بانگ درا جناب امین الدین شجاع الدین صاحب کا ۸/جون ۲۰۱۲ء، علامہ قمر رضا خان بریلی شریف صاحب، علامہ سید شاہ نعیم اشرف اشرفی جیلانی صاحب جائیس سی ایس ایم نگر، علامہ محمد شاکر نقوی امروہہ صاحب کا ۵/جولائی ۲۰۱۲ء، مولانا احمد علی قاسمی صاحب کے سسر، مولانا عبدالحق قاسمی صاحب سابق امیر جمعیت اہل حدیث ممبئی، مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کی اہلیہ محترمہ کا ۱۰/جولائی ۲۰۱۲ء، مولانا سعید مرتضی صاحب برادر مولانا محمد عبیداللہ اسعدی صاحب، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب بھاگلپور ایڈیٹر دیس ودیش کی اہلیہ محترمہ ۱۰/جولائی ۲۰۱۲ء اور مولانا جمال احمد خاں قادری صاحب مہتمم مدرسہ فیض الباری نوادہ وصدر ادارہ شرعیہ پٹنہ یکم/اکتوبر ۲۰۱۲ء کو انتقال فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

قرارداد بائیسواں اجلاس عام بورڈ، ممبئی

ادارہ

اس احساس کے ساتھ کہ

(الف) قانون حق تعلیم کے بارے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد بھی اس قانون سے واضح طور پر مدارس اور مذہبی تعلیم کے اداروں کو استثنا حاصل نہیں ہوتا ہے اور اقلیتی تعلیمی اداروں کو دستور کی دفعہ ۲۹ و ۳۰ کے تحت دئے گئے حقوق کا اتلاف ہوتا ہے۔

(ب) وقف بل ۲۰۱۲ء کے تعلق سے راجیہ سبھا کی تشکیل کردہ سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ غیر اطمینان بخش ہے، اوقاف کے تحفظ اور ناجائز قابضین سے بازیابی کے سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی پیش کردہ تجاویز کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

(ج) ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ بل میں مذہبی اداروں بشمول عبادت گاہوں کے، انکم ٹیکس اور ویلتھ ٹیکس سے چھوٹ نہیں دی گئی ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس (منعقدہ ۲۲/اپریل ۲۰۱۲ء بمقام حج ہاؤس ممبئی، زیر صدارت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر بورڈ) طے کرتا ہے کہ:

۱۔ آئینی حقوق بچاؤ مہم جو مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نومبر ۲۰۱۱ء کے فیصلہ کے مطابق شروع کی گئی ہے، اس کو جاری رکھا جائے اور اس میں تیزی لائی جائے۔

۲۔ یہ اجلاس حکومت ہند سے مطالبہ کرتا ہے کہ:

(۱) آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے مطالبات کی معقولیت کو تسلیم کرتے ہوئے قانون حق تعلیم میں جن ترمیمات کا مرکزی وزیر برائے فروغ انسانی وسائل مسٹر کپل سبل نے کئی بار وعدہ کیا ہے، ان کو جلد از جلد پارلیمنٹ سے منظور کروا کر مطلوبہ تبدیلی لائی جائے۔

(۲) 'وقف بل ۲۰۱۰ء' کی خامیوں کو مرکزی وزیر اقلیتی بہبود نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے وفد سے ملاقات اور تبادلۂ خیال کے دوران تسلیم کیا تھا، اب سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ کے بعد بھی کئی خامیاں موجود ہیں، جن سے بورڈ نے حکومت کو واقف کرا دیا ہے، حکومت ہند کو چاہئے کہ بورڈ کی تجاویز کے مطابق وقف بل میں ترمیم کر کے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور کرائے۔

(۳) 'ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ بل' میں ایسی ترمیمات کی جائیں، جن سے واضح انداز میں مذہبی مقامات، مذہبی اور خیراتی اداروں کو انکم ٹیکس اور ویلتھ ٹیکس سے استثناء حاصل ہو۔

(۴) یہ اجلاس 'آئینی حقوق بچاؤ تحریک' کو ہدایت دیتا ہے کہ اس مہم کو آگے بڑھایا جائے اور ملک کی مختلف سیکولر سیاسی جماعتوں سے بھی اس سلسلہ میں ربط پیدا کیا جائے، نیز جن ریاستوں میں ایسی حکومتیں قائم ہیں، جن سے ان مطالبات کے بارے میں ہمدردانہ رویہ کی امید رکھی جا سکتی ہے، وہاں قانون حق تعلیم اور قانون وقف میں بورڈ کے مطالبات سے ہم آہنگ ترمیمات ریاستی اسمبلیوں میں منظور کروانے کی کوشش کی جائے۔

(۵) یہ اجلاس حکومت اتر پردیش کے چیف منسٹر مسٹر اکھلیش یادو کی ستائش کرتا ہے کہ انہوں نے صدر بورڈ کے نام

تحریر کے ذریعہ یہ وعدہ کیا ہے کہ زرعی اراضی میں وراثت کے قانون میں بورڈ کے مطالبہ کے مطابق ترمیم کی جائے گی اور لڑکیوں کو بھی از روئے شریعت وراثت کا حقدار بنایا جائے گا، یہ اجلاس توقع کرتا ہے کہ حکومت اتر پردیش کے چیف منسٹر اپنے وعدہ کے مطابق تین ماہ میں اقدامات مکمل کر دینگے۔

(۶) بعض عدالتی فیصلوں کے ذریعہ اسلامی شریعت میں مداخلت کا سلسلہ جاری ہے اور شریعت اپلیکیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء بری طرح مجروح ہورہا ہے (خصوصاً طلاق سے متعلق فیصلوں میں)، اس صورت حال پر بورڈ کا یہ اجلاس شدید تشویش کا اظہار کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ پارلیمنٹ میں تحفظ مسلم مطلقہ خواتین قانون میں بورڈ کی مجوزہ ترمیمات کو پاس کرائے؛ تاکہ ایسے فیصلوں کا تدارک ہوسکے۔

(۷) مہاراشٹر میں مسلم مطلقہ خواتین سے متعلق زیر تجویز قانون کہ اگر مرد اپنی بیوی کو طلاق دے تو بیوی شوہر کی آدھی جائداد کی مالک ہوگی، شریعت اسلامی کے قطعاً مغائر اور مسلم پرسنل لا میں کھلی ہوئی مداخلت ہے، اس لئے یہ مسلمانوں کے لئے نا قابل قبول ہے اور حکومت کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے بارے میں ایسا کوئی بھی قانون لانے سے گریز کرے۔

(۸) سپریم کورٹ کی ہدایت کے مطابق مرکزی حکومت کی طرف سے لازمی نکاح رجسٹریشن کے سلسلے میں بورڈ بار بار اپنا موقف ظاہر کر چکا ہے کہ اس رجسٹریشن کو لازم قرار دینا شریعت اسلامی میں مداخلت ہے اور ہندوستان کے موجودہ حالات میں نا قابل عمل بھی ہے، اس لیے حکومت کو چاہئے کہ:

(الف) جس نکاح کا رجسٹریشن نہ ہو، اس کو غیر معتبر قرار نہیں دیا جائے۔

(ب) رجسٹریشن کے کام کو آسان بنایا جائے، اوران لوگوں سے متعلق کیا جائے جو نکاح پڑھانے کا کام کرتے ہیں۔ ان کے رجسٹریشن کو کافی سمجھا جائے اور صوبائی حکومتیں یہ نظم قائم کریں کہ نکاح خواں حضرات سے تفصیلات معلوم کر کے نکاح کی تفصیلات کمپیوٹرائز کرادیا کریں! تاکہ محفوظ رہے۔ حکومت جس طرح مختلف ہسپتالوں سے بچوں کی پیدائش کے سلسلے میں تفصیلات حاصل کرتی ہے، اسی طرح ان اندراجات کو گورنمنٹ کی طرف سے حاصل کرنے کا انتظام کیا جائے۔

(۹) یہ اجلاس نکاح خواں حضرات اور ائمہ مساجد سے اپیل کرتا ہے کہ وہ مسلم پرسنل لا بورڈ کے نکاح ناموں کو زیادہ سے زیادہ رواج دیں اور اپنے علاقوں میں اس کو جاری کرنے کی کوشش کریں۔

(۱۰) مسجدیں نماز اور عبادت کے لئے ہیں اور جب ایک دفعہ مسجد تعمیر ہو جائے تو وہ قیامت تک مسجد ہی باقی رہتی ہے، آثار قدیمہ کی مساجد کے بشمول کسی بھی مسجد میں نماز سے روکنا صریحاً ظلم، مذہبی معاملات میں مداخلت اور مسلمانوں کو مذہب سے متعلق حقوق سے محروم کرنا ہے، اس لیے یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ آثار قدیمہ کی ان مسجدوں میں مسلمانوں کو نماز ادا کرنے کی اجازت دی جائے اور ان کا عباداتی انتظام و انصرام وقف بورڈ کے حوالے کیا جائے۔

(۱۱) یہ اطلاع ہے کہ حکومت ہند نے اس سفارش کو قبول کرلیا ہے کہ بچوں کے نام کے ساتھ پیدائش کے ریکارڈ میں فرسٹ گارجین کی حیثیت سے ماں کا نام لکھا جائے، اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ ماں کو بے شک بچوں کی پرورش کا حق حاصل ہے، لیکن ولایت یعنی گارجین شپ باپ کا حق ہے اور اس حیثیت سے بچوں سے متعلق تمام مالی ذمہ داریاں باپ کے ذمہ رکھی گئی ہیں؛ اس لئے مسلمانوں کو اس مجوزہ قانون سے مستثنیٰ رکھا جائے۔

۞۞۞

اعلامیہ بائیسواں اجلاس عام آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، ممبئی

ادارہ

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم ، اما بعد !

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ ہم ایک ایسی اُمت ہیں، جس کے پاس اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے آخری رسول محمد ﷺ کا اُسوہ موجود ہے اور اللہ نے ہمیں ایسی شریعت سے نوازا ہے، جو پوری طرح انسانی فطرت سے ہم آہنگ، انسانی ضرورتوں کو پوری کرنے والی اور عقل کے تقاضوں کے مطابق ہے، یہ خدا کی لازوال نعمت ہے، جو اس اُمت کو دوسری قوموں سے ممتاز کرتی ہے، اس پس منظر میں ہمارا فریضہ ہے کہ:

⊙ ہماری پوری زندگی شریعتِ اسلامی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہو ،عقیدہ و عبادت سے لے کر مالی معاملات اور لوگوں کے ساتھ اخلاق و سلوک غرض ہر شعبہ زندگی میں ہم اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر قائم رہیں، خاص کر سماجی زندگی سے متعلق شریعت کی ہدایات --- جس کو ہم مسلم پرسنل لا کہتے ہیں --- پر رضا و رغبت کے ساتھ ہمارا عمل ہو، ہماری تقریباتِ نکاح سادگی کا مظہر ہوں، طلاق کے بے جا واقعات سے ہمارا سماج محفوظ رہے، اللہ کے حکم کے مطابق میراث کی تقسیم عمل میں آئے ، والدین ، زوجین اور اولاد کے حقوق کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق ادا کیا جائے خاص کر خواتین کو اسلام نے جو عزت و احترام کا مقام دیا ہے اور ان کے ساتھ خصوصی حسن سلوک کی ہدایت کی ہے اس کو ملحوظ رکھیں، اور کتاب و سنت کی اساس پر ایک ایسے صالح معاشرہ کی تشکیل کی جائے ، جو عدل و انصاف سے معمور ہو اور جس میں ہر شخص کے لئے محبت کے جذبات ہوں، اگر ہم نے خود اپنے آپ پر شریعت اسلامی کو نافذ نہیں کیا اور عملی زندگی میں اس کی حفاظت نہیں کی تو کیوں کر اُمید کی جاسکتی ہے کہ حکومتیں یا عدالتیں ان قوانین کی حفاظت کریں گی۔

⊙ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب کسی معاملہ میں نزاع اور اختلاف کی صورت پیدا ہو جائے تو اپنا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے پاس لے جایا جائے اور وہاں سے جو بھی فیصلہ ہو، اس کو بسر و چشم قبول کیا جائے، رسول اللہ ﷺ کے بعد اسی حکم میں دارالقضاء اور اس کے قضاۃ ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول کے منشاء کے مطابق فیصلے کرتے ہیں؛ اس لئے ہمارا فریضہ ہے کہ ہم عائلی مسائل سے متعلق اپنے معاملات کو دارالقضاء میں لے جائیں اور کتاب و سنت کی بنیاد پر قاضی شریعت جو بھی فیصلہ کرے، اسے دل کی آمادگی کے ساتھ قبول کریں، چاہے بظاہر وہ ہمارے ذاتی مفادات اور جذبات کے خلاف ہی کیوں نہ نظر آئے ، یہی ایک مرد مومن کے لئے امتحان کا موقع ہے اور یہی ایمان کامل کی علامت ہے کہ ہماری چاہت کے خلاف بھی اللہ و رسول کی نسبت سے کوئی حکم ہو تو ہم سر تسلیم خم کر دیں، شریعت بھی ہمیں اس کا حکم دیتی ہے اور ہمارے ملک کا قانون بھی ہمیں اس سے روکتا نہیں ہے۔

⊙ شریعت اسلامی کے ساتھ ساتھ شعائر اسلامی کی حفاظت بھی ہمارا دینی و ملی فریضہ ہے اور مساجد و دینی مدارس ہمارے ملی وجود کی روشن علامت ہیں، ہم دینی مدارس کے نظام میں کسی مداخلت کو قبول نہیں کر سکتے، کیونکہ اسکی حیثیت ملت اسلامیہ کے لئے شہ رگ کی ہے اور دینی و ملی خدمات کے تمام شعبوں میں مدارس ہی سے خون جگر فراہم ہوتا ہے، اسلئے ہمیں مدارس کے نظام کو تقویت پہونچانا چاہئے اور اس بات کی سعی کرنی چاہے کہ مسلمان بچے کوئی بھی تعلیم حاصل کریں، لیکن بنیادی دینی تعلیم سے محروم نہ رہ جائیں، نیز مذہبی اوقاف ملت کے لئے نہ صرف ایک عظیم اثاثہ ہیں بلکہ یہ ایک خالص مذہبی مسئلہ ہے، اسلئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے اوقاف کی حفاظت پر خصوصی توجہ دیں اور حسب ضرورت قانونی چارہ جوئی کا حق استعمال کریں، مسلمان خود بھی اوقافی جائدادوں کا احترام کریں اور اچھے مقاصد کے لئے اپنے آباء و اجداد کی طرح نئے اوقاف قائم کرنے کا بھی اہتمام کریں۔

⊙ اللہ نے ہمیں ایک ایسے ملک میں پیدا کیا ہے، جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے موجود ہیں اور برادران وطن میں بھی اکثریت انصاف پسند واقع ہوئی ہے اور سچائی کی متلاشی ہے اور اگر سنجیدگی سے کوئی

بات پیش کی جائے تو وہ اس کو قبول کرنے کا جذبہ بھی رکھتے ہیں، اس لئے ایک داعی اُمت کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسلام کی روشن تعلیمات ان تک پہنچائیں، عقیدہ توحید سے انھیں آشنا کرائیں، محمد رسول اللہ ﷺ کی انسانیت نوازی سے انھیں آگاہ کریں اور اسلام کے پیش کئے ہوئے نظام حیات کی اہمیت وافادیت اور عقل وفطرت سے ہم آہنگی کو ان پر واضح کریں، اگر ہم نے اپنے اس فریضہ منصبی کو ادا کیا تو اس ملک میں ہماری پہچان ایک ایسے گروہ کی حیثیت سے ہو سکے گی، جس کے پاس صرف لینے والے ہاتھ نہیں ہیں؛ بلکہ دینے والے ہاتھ بھی ہیں، جو محبت کے سوداگر اور انسانیت کے لئے سایۂ رحمت ہیں، ہندوستان میں آج مسلمان جن دشواریوں سے دوچار ہیں، وہ اسی فریضہ سے غفلت کا نتیجہ ہے، اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری کا احساس کریں اور بندگانِ خدا کو ان کے خالق ومالک کی حقیقی تعلیمات سے آگاہ کرنے کی بھرپور سعی کریں۔

⊙ ہماری سب سے بڑی طاقت ہمارا اتحاد ہے، مسلمانوں کے درمیان اصول دین میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور بہت کم ایسے مسائل ہیں جن میں اُمت کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، مگر بدقسمتی سے ہم اتفاق واتحاد کی سینکڑوں بنیادوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور انگلیوں پر گنے جانے والے چند اختلافی مسائل کو اپنی جد وجہد کا محور بنا لیتے ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ مذہبی اختلافات نے ہماری صفوں کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور ہم اس ملک میں بلکہ پوری دنیا میں بے وزنی کا شکار ہیں، اس لئے ہمیں حالات کو دیکھتے ہوئے اپنی صفوں میں وحدت کو برقرار رکھنا چاہئے، اختلاف وانتشار سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے اور مشترک مسائل پر مشترکہ جد وجہد کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے، اسی میں ہماری دنیا کی کامیابی اور آخرت کی سرخروئی ہے۔

⊙ آج پوری دنیا میں لوگ امن وامان کے پیاسے ہیں، دولت کی فروانی اور وسائل زندگی کی بہتات کے باوجود انسانیت سکون نا آشنا ہے، دہشت گردی کے مصنوعی واقعات بنائے جاتے ہیں، اور کہیں حقیقی معنوں میں ظلم و دہشت گردی کا بازار گرم ہے، یہ پوری امت کا اور پوری انسانیت کا مسئلہ ہے، اس بے سکونی سے نجات اور امن و امان کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ انصاف کے دو ہرے پیمانے اختیار نہ کئے جائیں، یہ دوہرا رویہ محرومی اور مظلومیت کا احساس پیدا کرتا ہے اور اسی احساس کی چنگاری سے نفرت کی آگ سلگتی ہے اور پورے سماج کا امن خاکستر ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ بات بھی ضروری ہے کہ اگر تشدد کا کوئی واقعہ پیش آئے تو اس کے حقیقی اسباب پر غور کیا جائے اور ان اسباب کو دور کرنے کی کوشش کی جائے، اس کے بغیر کوئی معاشرہ پوری طرح امن وآشتی کا گہوارہ نہیں بن سکتا، یہ بات عالمی سطح پر بھی سوچنے کی ہے اور ہمارے ملک کے لئے بھی قابل توجہ ہے۔

۞۞۞

بقیہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی

عوام کی قوت خرید متاثر ہو چکی ہے۔ اور اگر ایسی صورت حال میں مسلم ممالک نے ان درآمدات پر پابندی لگا دی تو بڑی کاری ضرب ہوگی جس کے بعد ان کو ہوش آئے گا اور ہمارے معقول اور واجبی مطالبات پر توجہ دیں گے۔ ہندوستان سے ہم توقع نہیں رکھ سکتے کیونکہ ہندوستان، اپنی مارکیٹ ان کے لئے کھول کر ان کی معیشت کو سنبھالا دینے کی پالیسی پر کاربند ہے۔ ہندوستانی مسلمان اپنے طور پر یہ کر سکتے ہیں کہ امریکی اور یوروپی مصنوعات کو نہ ہاتھ لگائیں اور نہ خریدیں۔

کیا مسلم ممالک یہ قدم اٹھائیں گے !۔ یہ بہت اہم سوال ہے کیونکہ بالخصوص تیل کی دولت سے مالا مال ممالک کے عوام عیش وعشرت کے عادی ہو چکے ہیں۔ جفاکشی جو عربوں کی خصوصیت تھی بہت بڑی بات ہے معمولی سی تکلیف اب گوارا نہیں ہے۔ پیر کی جوتی سے لیکر بدن کے کپڑوں، گھر کے ساز وسامان اور موٹر کاروں، ٹرکس، ٹریلروں، ہر چیز باہر کی، امریکہ یا یوروپ کی ہے۔ کیا شاتم رسول کو نادم کرنے کیلئے یہ ان آسائشوں کو ترک کرنے کے لئے آمادہ ہوں گے؟ یہ بہت بڑا سوال ہے۔ اگر انھوں نے تکلیف برداشت کر لی اپنی ضروریات کو گھٹا دیا ورصرف زندہ رہنے کے لئے ضروری چیزوں تک محدود کر دیا تو امریکہ اور یورپ پر ضرب لگنے کے ساتھ ساتھ یہ فائدہ بھی ہوگا ان ملکوں میں یہ چیزیں بننے لگیں گی اور ملکی مصنوعات کی پیداوار ہوگی جو آگے چل کر ان ممالک کو خود مکتفی بنا سکتی ہے اور ایسے میں یہ اس شر سے خیر کا پہلو واقع ہوگا، کاش ایسا ہو۔ ۞۞۞

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ لکھنؤ

مرتب: رضوان احمد ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۱۵/ جولائی ۲۰۱۲ء ۱۰ بجے دن دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے عباسیہ ہال میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں درج ذیل ارکان مجلس عاملہ نے شرکت فرمائی۔

۱۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ	لکھنؤ
۲۔ مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد نائب صدر بورڈ	لکھنؤ
۳۔ مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ	پٹنہ
۴۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ	حیدرآباد
۵۔ مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ	مونگیر
۶۔ جناب عبدالستار یوسف شیخ صاحب سکریٹری بورڈ	تھانے
۷۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ	حیدرآباد
۸۔ جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ	دہلی
۹۔ مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب	دہلی
۱۰۔ ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب	دہلی
۱۱۔ جناب کمال فاروقی صاحب	دہلی
۱۲۔ جناب مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب	لکھنؤ
۱۳۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب (ایڈووکیٹ)	لکھنؤ
۱۴۔ مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب	لکھنؤ
۱۵۔ محترمہ بیگم نسیم اقتدار علی صاحبہ	لکھنؤ
۱۶۔ محترمہ ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ	لکھنؤ
۱۷۔ ڈاکٹر یسین علی عثمانی صاحب	بدایوں
۱۸۔ مولانا عبدالشکور قاسمی صاحب	کیرالا
۱۹۔ جناب محمد رحیم الدین انصاری صاحب	حیدرآباد
۲۰۔ محترمہ پروفیسر مونسہ بشریٰ عابدی صاحبہ	ممبئی
۲۱۔ جناب الحاج ملک محمد ہاشم صاحب	چنئی
۲۲۔ مولانا عبدالعلیم بھٹکلی صاحب	بھٹکل

اجلاس کا آغاز قاری مجیب الرحمٰن صاحب دارالقضا امارت شرعیہ پٹنہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ آغاز ہی میں درج ذیل مرحومین کے سانحات ارتحال پر رنج وغم کے ساتھ مرحومین کے پس ماندگان سے اظہار تعزیت کیا گیا، صدر محترم نے مرحومین کی مغفرت کے لئے دُعا کی، امین الدین شجاع الدین، علامہ قمر رضان خان بریلی شریف، علامہ سید شاہ نعیم اشرف اشرفی جیلانی جائس، علامہ محمد شاکر نقوی امروہہ، حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب کی والدہ محترمہ، مولانا احمد علی قاسمی صاحب کے سسر، مولانا عبدالحق قاسمی صاحب سابق امیر جمعیت اہل حدیث ممبئی، مولانا اسرارالحق قاسمی صاحب کی اہلیہ محترمہ، مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کی اہلیہ محترمہ، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب بھاگلپور ایڈیٹر دیش ودیش کی اہلیہ محترمہ، مولانا سعید مرتضی صاحب برادر مولانا مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب رکن بورڈ۔

مجلس عاملہ کے سابقہ اجلاس کی توثیق کے بعد آئینی حقوق بچاؤ مہم کے کنوینر مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے اس مہم کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا کہ ۲۶/ نومبر ۲۰۱۱ء کے اجلاس میں منظورہ تجویز کے مطابق چار قوانین کے خلاف تحریک چلائی گئی۔ پوسٹرس اور رسائل شائع کئے گئے ان

کے ہندی، بنگلہ اور مراٹھی زبانوں میں تراجم بھی شائع کئے گئے۔ تین معاملوں قانون حق تعلیم (آر۔ٹی۔ای ایکٹ) وقف بل ۲۰۱۰ء اور ڈائرکٹ ٹیکسیس کوڈ کا تعلق مرکزی حکومت سے اور لڑکیوں کو حق وراثت دلانے کے لئے خاتمہ زمینداری قانون میں ترمیم کا تعلق حکومت اترپردیش سے ہے۔آر۔ٹی۔ای ایکٹ میں ترمیمات کی گئی ہیں۔دینی مدارس کے تعلق سے جو ترمیم ہے وہ بڑی حدتک قابل اطمینان ہے۔ دستور ہند کی دفعہ ۳۰ کے تحت اقلیتوں کے زیرانتظام جواسکول ہیں ان کے بارے میں ایک خیال یہ ہے کہ ترمیمات کے ذریعہ نظم وانتظام کی خود مختاری بحال ہوگئی ہے اور دوسرا خیال یہ ہے کہ جوحقوق دفعہ ۳۰ میں دیئے گئے وہ پوری طرح بحال نہیں ہوئے ہیں۔ بہرحال ہماری مہم میں اصرار دینی مدارس پر استثنیٰ کا تھا اور یہی موضوع بورڈ کے دائرہ کار میں آتا ہے اور یہ مطالبہ بڑی حدتک قبول ہو چکا ہے وقف بل ۲۰۱۰ء میں متعلقہ وزیر کسی تبدیلی کے لئے تیار نہیں ہیں۔اس بل میں تبدیلی کے لئے سیاسی سطح پر نمائندگیاں کی گئیں۔ بورڈ اس سلسلہ میں مضبوط موقف کا اظہار کر چکا ہے وقف کے سلسلہ میں مسلمانوں کی جانب سے یہ تأثر جانا چاہئے کہ سارے مسلمان بورڈ کے مطالبات کے ساتھ ہیں اور ان کو قبول نہ کیا گیا تو وہ ۲۰۱۴ء کے الیکشن پر اثر انداز ہوسکتے ہیں، ڈائرکٹ ٹیکسیس کے تعلق سے کوششیں جاری ہیں۔ایک بنیادی تحریر مرتب کر کے وزارت مالیات میں پہنچادی گئی ہے۔اس تعلق سے مسلسل آواز اٹھتی رہے تو بہتر ہے۔ یوپی میں زرعی اراضیات میں خواتین کے حق وراثت کے تعلق سے نئے چیف منسٹر اکھلیش یادو نے اپنے خط کے ذریعہ صدر محترم سے ترمیم کرنے کا وعدہ کیا ہے اس کے باوجود ترمیم ہونے تک دباؤ بنائے رکھنا ضروری ہے نفقہ مطلقہ کے موضوع کو اس مہم میں شامل کرنے کی بات آتی ہے کیونکہ عدالتیں مسلسل خلاف شریعت فیصلے دے رہی ہیں اس کے لئے الگ جدوجہد کی جائے وہ معاملات جو عدالتوں سے متعلق ہیں ان کو اسی انداز سے حل کیا جائے شریعت ایکٹ کو مضبوطی سے سامنے لایا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے کہا کہ آرٹی ای ایکٹ میں جو ترمیمات ہوئی ہیں ان سے مدارس (اسکولس) کو پوری طرح تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔افسران طے کریں گے کوئی معاملہ دفعہ ۳۰ کے تحت دیئے گئے حقوق میں آتا ہے کہ نہیں آتا ہے بورڈ کے مطالبات میں اقلیتی تعلیمی اداروں کے تحفظ کا مطالبہ بھی شامل تھا۔اس لئے بورڈ کو اس ایکٹ کے خلاف اپنی تحریک جاری رکھنا چاہیے جناب جیلانی صاحب نے یو۔پی میں زرعی اراضیات میں خواتین کے حق وراثت کے بارے میں بتایا کہ وزیراعلیٰ کا موقف واضح ہے اور وہ نوٹ تیار کر کے کیبینٹ میں پیش کرنے والے ہیں ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب نے بتایا کہ اقلیتی تعلیمی اداروں کے تعلق سے آر۔ٹی۔ای کی ترمیمات میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ خطرہ ابھی باقی ہے ۔ نئے تعلیمی ادارے کے قیام کے لئے آر۔ٹی۔ای میں پیچیدگیاں پیدا کردی گئی ہیں اوران کے قیام کے بعد بھی اس قانون سے کئی مسائل کھڑے ہوں گے۔ اوقاف کے تعلق سے غیر نفع بخش اوقاف کوفروخت کرنے کی اجازت سے کئی مسائل کھڑے ہوں گے اس پر بورڈ کو اصرار نہیں کرنا چاہئے۔اس پر مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا کہ جن اوقافی جائیدادوں سے کوئی آمدنی نہیں ہورہی یا بالکل کم آمدنی ہورہی ہے ان کے فروخت کی اجازت ہونا چاہئے بورڈ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ اس کا فیصلہ بورڈ کے کل ارکان کی دوتہائی تعداد کرے۔مزید یہ شرط بھی لگائی جاسکتی ہے کہ سنٹرل وقف کونسل اس فیصلہ کی منظوری دے تو اس پر عمل کیا جائے اور فروخت سے حاصل ہونے والی رقم سے ان ہی مقاصد کا وقف قائم کیا جائے۔ محترمہ صفیہ نسیم صاحبہ نے بھی فروخت کی اجازت کے غلط استعمال کے نتیجہ میں اوقافی جائیدادوں کے اتلاف کے شبہ کا اظہار کیا۔ جناب کمال فاروقی صاحب نے کہا کہ آر۔ٹی۔ای میں ترمیم کے بعد دینی مدارس کو مکمل تحفظ حاصل ہوگیا ہے یہ جو کامیابی ملی ہے اس کی ستائش ہونی

چاہئے۔ وقف کے تعلق سے تحریک کو مضبوطی کے ساتھ آگے بڑھانے کے ساتھ ساتھ کوشش کی جائے کہ جو ترمیمات ہم موجودہ قانون وقف میں چاہتے ہیں ان کو ریاستی سطح پر یوپی میں منظور کروائیں اور اس کے لئے سماج وادی پارٹی کی قیادت سے ربط پیدا کیا جائے، آثار قدیمہ کی مساجد کے تعلق سے بھی بورڈ کو آگے بڑھنا چاہئے، جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے کہا کہ ریاستی حکومت سے وقف ایکٹ منظور کروا کر دیا جاسکتا ہے لیکن یہ صدر جمہوریہ کے دستخط کے بعد ہی قانون بن سکتا ہے، جناب قاسم رسول الیاس صاحب نے کہا کہ نفقہ مطلقہ کے سلسلہ میں ترمیمات کا مسودہ اب تک کے فیصلوں کی روشنی میں مرتب نہیں ہوا ہے۔ یہ کام کرلیا جانا چاہئے عدالتوں کا رویہ مخالف اسلام ہو چکا ہے اس لئے ہم کو واضح طریقہ اختیار کرنا ہوگا ورنہ شاہ بانو فیصلہ سے زیادہ خطرناک فیصلے آسکتے ہیں جناب ملک ہاشم صاحب نے بتایا کہ تامل ناڈو میں ان شادیوں کو پولیس نے رکوادیا جن میں لڑکی کی عمر (۱۸) سال سے کم تھی لڑکیوں کے ساتھ برا سلوک کیا گیا اس کو بہت سنجیدگی سے لینے کی ضرورت ہے، مولانا یسین علی عثمانی صاحب نے کہا کہ بورڈ کو عدالتوں کے خلاف شریعت فیصلوں کے خلاف تحریک چلانا چاہئے اور یہ تحریک آئین کے تحت اور آئینی حقوق کے لئے ہو اور اس تحریک سے ہر مسلمان کو وابستہ کرنا چاہیے۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی نے کہا کہ آر۔ٹی۔ای ایکٹ میں ترمیم کے ذریعہ دینی مدارس کو اس سے مستثنیٰ کردیا گیا ہے۔ ان ترمیمات کے ذریعہ اقلیتی تعلیمی اداروں کی اپنے انتظامات میں خودمختاری بھی اس طرح بحال کی گئی ہے کہ اسکول مینجمنٹ کمیٹی کے رول کو صرف مشاورتی قرار دیا گیا اور اقلیتی اداروں کے لئے اسکول پلان کی تیاری کا اختیار ختم کردیا گیا ہے البتہ طلبا کے داخلے کے سلسلہ میں اطراف واکناف کے محروم طبقات کے بچوں کا ایک تناسب میں داخلہ کی شرط برقرار رہے گی سپریم کورٹ کا فیصلہ آچکا ہے کہ جو اقلیتی تعلیمی ادارے حکومت سے امداد پاتے ہیں ان کو اس شرط کی تکمیل کرنی پڑے گی۔ ٹیچرس کے تقرر کے سلسلہ میں ان کی لیاقت کی پابندی اب بھی امداد پانے والے اقلیتی اسکولوں پر عائد ہے۔ نفقہ مطلقہ کے سلسلہ میں راجیو گاندھی کی وزارت عظمٰی کے دور میں ترمیم مرتب ہوئی تھی اور ان ترمیمات پر اس وقت کے وزیر قانون شری بھاردواج سے بھی گفتگو جاری تھی کہ یہ حکومت گرگئی۔ اس کے بعد اور بھی فیصلے آئے ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر ترمیمات از سرنو مرتب کی جائیں اور اس کو آئینی حقوق بچاؤ تحریک کا جزیوں بنایا جاسکتا ہے کہ عدالتوں نے نفقہ مطلقہ کے قانون کی تدوین کے پیچھے پارلیمنٹ کا جو منشا احکام شریعت کو بحال کرنے کا تھا اس کو نظرانداز کردیا اس لئے اس کی بحالی حکومت کی ذمہ داری ہے، مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب نے کہا کہ موجودہ تحریک میں نفقہ مطلقہ کو شامل کیا جائے، قاسم رسول الیاس صاحب اور کمال فاروقی صاحب نے اس کی تائید کی، جناب ملک ہاشم صاحب نے کہا کہ تامل ناڈو میں پاسپورٹ بنانے کے لئے اصرار کیا جارہا ہے کہ شادی رجسٹرار آف میریجیز کے پاس اسپیشل میریجیز ایکٹ کے تحت ہو وہ مسلم جماعت کے ذریعہ نکاح کو شادی تسلیم نہیں کررہے ہیں حتیٰ کہ گورنمنٹ کے چیف قاضی کی سند کو بھی قبول نہیں کیا جارہا ہے۔ تامل ناڈو کے لازمی رجسٹریشن قانون کے تحت پولیس اور پاسپورٹ آفیسرس کا رویہ قابل اعتراض ہے

ہائیکورٹس اور سپریم کورٹ میں زیرسماعت مقدمات کے بارے میں جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ کیرالا ہائیکورٹ میں ایک رٹ زیرسماعت ہے جس میں اسلامی قانون وراثت کو ملک میں کالعدم قرار دیتے ہوئے اس کے نفاذ کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا کیونکہ یہ قانون، مساوات اور جنس کی بنیاد پر امتیاز کی ممانعت کے بنیادی حقوق کے خلاف ہے اس رٹ کی اطلاع ملنے پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس میں فریق بن چکا ہے یہ رٹ ۲۰۰۸ء میں فائل ہوئی تھی لیکن ۲۰۱۰ء تک بھی حکومت کا جواب داخل نہیں ہوا اس تعلق سے اس وقت کے وزیر قانون مسٹر ویرپا موئیلی سے نمائندگی کی گئی تو جواب داخل ہوا ہے۔ اس رٹ میں

اٹارنی جنرل یا کسی سالیسٹر جنرل کی بحث ضروری ہے اندازہ ہوا کہ حکومت اپنی جانب سے بحث کے لئے کسی جونیئر ایڈوکیٹ کو مقرر کررہی ہے اس لئے مرکزی وزیر قانون سے خواہش کی گئی کہ حکومت ہند کی جانب سے اس کیس میں اٹارنی جنرل یا سالیسٹر جنرل بحث کریں لیکن ابھی تک وزارت قانون کی طرف سے ایسی ہدایت جاری نہیں کی گئی ہے۔ ممبئی ہائیکورٹ میں ایک (۱۸) سال سے کم عمر لڑکی کے نکاح کے تعلق سے اپیل زیر سماعت ہے بورڈ اس میں فریق بن چکا ہے۔ ابھی دہلی ہائیکورٹ کا ایک فیصلہ آچکا ہے کہ (۱۵) سال کے بعد مسلم لڑکی کی شادی ہوسکتی ہے اس فیصلہ میں سابقہ کئی فیصلوں کا حوالہ ہے۔ سپریم کورٹ میں (۱۵) مقدمات زیر دوراں ہیں۔ دارالقضاء کے خلاف یہ رٹ سماعت کے لئے نہیں آئی ہے مسلمانوں کو بھی کسی بچہ کو گود لینے کا قانون بنانے کی ہدایت جاری کرنے کے لئے شبنم ہاشمی صاحبہ کی رٹ، اس میں بورڈ جواب داخل کرچکا ہے تیسرے بابری مسجد کی حقیت کے بارے میں لکھنو بنچ کے فیصلہ کے خلاف (۶) اپیلیں، چوتھے ہم جنسی کو جرم قرار نہ دینے کے دہلی ہائیکورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل۔ اس میں بحث مکمل ہوچکی ہے بورڈ کی جانب سے جناب حذیفہ احمدی ایڈوکیٹ نے بحث کی۔ سپریم کورٹ کے ججس نے فیصلہ ابھی سنایا نہیں ہے۔ اسلامی ریلیف کمیٹی گجرات کی دراخواست پر گجرات ہائیکورٹ نے فیصلہ سنایا کہ فسادات کے دوران جن مساجد کو نقصان پہنچایا گیا ان کی تعمیر ومرمت کے اخراجات حکومت گجرات ادا کرے۔ اس کیس میں ریلیف کمیٹی کی طرف سے جناب یوسف حاتم مچھالا پیروی کررہے ہیں۔ حکومت گجرات نے ہائیکورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی، جناب مچھالا صاحب کی تجویز تھی کہ اس میں بورڈ بھی فریق بنے۔ چنانچہ جنرل سکریٹری صاحب اور صدر بورڈ سے اجازت لے کر اس کیس میں بورڈ کو فریق بنانے کی درخواست داخل کردی گئی ہے اس کیس میں سپریم کورٹ نے حکومت گجرات کو ہدایت دی ہے کہ وہ ۳۰/ جولائی تک متأثرہ مساجد کی فہرست معہ تفصیلات عدالت میں پیش کرے،

محترمہ مونسہ بشریٰ صاحبہ نے شادی کے لازمی رجسٹریشن قوانین کے مسلمانوں پر اطلاق اور نکاح کی اہلیت کے لئے بلوغت کو کافی قرار دینے کے اسلامی قانون کو نظر انداز کردینے سے جو مسائل پیدا ہوئے اور پیدا ہوں گے ان کا ذکر کیا، جناب قاسم رسول الیاس صاحب نے کہا کہ اس سلسلہ میں بورڈ طے کرچکا ہے کہ مرکزی حکومت پر دباؤ ڈالا جائے اور اس تعلق سے قائم کمیٹی کو مؤثر نمائندگی کی ذمہ داری دی گئی ہے کہ ان امور کو واضح کرے کہ (۱) رجسٹریشن لازمی قرار نہ دیا جائے۔ (۲) رجسٹریشن نہ ہونے کی صورت میں شادی کو غیر معتبر یا کالعدم قرار نہ دیا جائے اور (۳) مسلمانوں کے لئے (۱۷) یا (۱۸) سال کی عمر کی قید نہ لگائی جائے۔ مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ نے فرمایا کہ پہلے بنگال میں شادیوں کے لازمی رجسٹریشن کا قانون بنا اور پھر سارے ملک میں ایسے قانون کی بات چلی حتیٰ کہ سپریم کورٹ نے مرکزی حکومت کو ایسے قانون کی تدوین کی ہدایت دی۔ ریاستوں میں جو قوانین بنے ہیں ان سے کافی دشواریاں پیدا ہورہی ہیں اور عملاً یہ قوانین ناقابل عمل ہیں ان کو ریاست کے تمام علاقوں میں نافذ کرنا ممکن العمل نہیں ہے۔ بہار میں امارت شرعیہ نے دارالقضا کے نکاح کے ریکارڈ کو رجسٹریشن کی حیثیت میں تسلیم کروالیا ہے، بنگال میں کوشش ہورہی ہے چونکہ جن ریاستوں میں یہ قانون بن چکا ہے ان میں یکسانیت نہیں ہے بعض ریاستوں میں قانون ابھی تدوین کے مرحلہ میں ہے اس لئے ہر ریاست کے قانون یا مسودہ قانون کا جائزہ لے کر ان کی کوشش کی جانی چاہئے کہ مسلمانوں میں نکاح کے ریکارڈ کو رجسٹریشن کے مترادف قرار دیا جائے اور نکاح کے لئے شریعت نے جو شرائط مقرر کی ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی شرط قانون کے ذریعہ لگائی نہ جائے۔ قانون کو لازمی بنانے کے نتیجہ میں دیہی علاقوں کے عوام کے لئے بڑی دشواریاں پیدا ہورہی ہیں اور بدعنوانی کا راستہ کھل رہا ہے۔ اس لئے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر ریاستی حکومتوں سے مضبوط نمائندگی کی ضرورت ہے۔ جناب قاسم رسول الیاس صاحب نے کہا کہ صدر بورڈ اور

جنرل سکریٹری صاحبان ہر ریاست کے لئے کمیٹی تشکیل دیں جو شادیوں کے لازمی رجسٹریشن کا جائزہ لیکر ریاستی حکومت سے بورڈ کی جانب سے نمائندگی کرے۔

مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری نے فرمایا کہ موجودہ صورت حال میں ریاستی سطح پر نمائندگی ضروری ہے اوراس کے لئے مشورہ کرکے ریاستی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی۔ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا کہ دہلی ہائیکورٹ کے حالیہ اورالہ آباد ہائیکورٹ کے سابقہ فیصلوں کی روشنی میں حکومت تامل ناڈو سے بورڈ کا ایک وفد نمائندگی کرے اور اس طرح پاسپورٹ کے سلسلہ میں جو غیر قانونی اور غیر معقول رویہ عہدیداروں نے اختیار کیا ہے اس تعلق سے مرکز سے اوروزارت خارجہ سے نمائندگی کی جائے۔

زیرغور موضوعات پر بورڈ کے فیصلوں کو مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے درج ذیل قرارداد کی شکل میں پیش کیا جس کو بورڈ نے منظور کیا۔

تجاویز:

۱۔ ''مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ۱۵/ جولائی ۲۰۱۲ء بمقام دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو منعقدہ یہ اجلاس آر۔ٹی۔ای سے دینی مدارس کے مستثنیٰ کرنے کے اقدام کو تحسین کی نظر سے دیکھتا ہے اورحکومت کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ اس نے مسلم پرسنل لا بورڈ کے مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے یہ قدم اٹھایا ہے۔

۲۔ یہ بات قابل افسوس ہے کہ بورڈ نے بالمشافہ گفتگو اور تحریری یادداشت کے ذریعہ باربار اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ موجودہ قانون وقف ۲۰۱۰ء میں سنگین خامیاں موجود ہیں اس کی بعض دفعات قانون شریعت کے مطابق نہیں ہیں، نیز اس قانون کی وجہ سے وقف کے مفادات کو نقصان ہوگا بورڈ اور بہت سے اوقاف کا تحفظ خطرہ میں پڑ جائے گا تبادلہ خیال کے درمیان وزارت اقلیتی امور کی ذمہ دار شخصیتوں نے اس کو قبول بھی کیا لیکن عملاً موجود قانون میں مسلمانوں کے مطالبہ کے مطابق ترمیمات لانے سے گریز کیا جارہا ہے، حکومت اور بالخصوص وزارت قانون اور وزارت اقلیتی امور کو سنجیدگی کے ساتھ اس پر توجہ دینی چاہئے اور یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ موجودہ قانون وقف ۲۰۱۰ء موجودہ شکل میں مسلمانوں کے لئے قطعاً ناقابل قبول ہے۔

۳۔ بورڈ اس بات کا مخالف نہیں ہے کہ نکاح کی تفصیلات کا ریکارڈ محفوظ کرنے کی غرض سے نکاح کا رجسٹریشن کرایا جائے لیکن نکاح کے لئے اس کو لازم کردینا شرط کے درجہ میں رکھنا یا ایسے نکاح کو غیر معتبر قرار دینا جو رجسٹرڈ نہ ہو، مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہے، اور یہ شریعت اسلامی میں مداخلت ہے اس لئے مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو چاہئے کہ نکاح کے لئے رجسٹریشن کی حوصلہ افزائی کرے۔ اس کی ترغیب دے لیکن اس کو لازم نہ کرے، نیز وقف بورڈ یا مسلمانوں کے ایسے ادارے جو نکاح کے ریکارڈ کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کرتے ہوں تو نکاح کے معاملہ میں اس رجسٹریشن کو کافی سمجھا جائے۔

عاملہ کا یہ اجلاس بورڈ کے فیصلوں کو روبہ عمل لانے کے سلسلہ میں درج ذیل امور طے کرتا ہے:

ا۔ نفقہ مطلقہ اور تحکیم کے مرحلہ سے گزرے بغیر دی جانے والی طلاق کے سلسلہ میں سپریم کورٹ کے بشمول مختلف عدالتوں نے جو فیصلے دئے ہیں وہ واضح طور پر قانون شریعت سے متصادم ہیں اوران کا تدارک ضروری ہے بحالت موجودہ اس کے لئے پارلیمنٹ کے ذریعہ قانون سازی کے سوا کوئی اور راستہ نظر نہیں آتا اس لئے اس مسئلہ کو بھی آئینی حقوق بچاؤ مہم کا حصہ بناتے ہوئے مسلمانوں میں بیداری پیدا کی جائے جلسوں اور سمیناروں کے ذریعہ حکومت تک مسلمانوں کے جذبات پہونچائے جائیں اوراس سلسلہ میں قانون سازی کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالا جائے۔

ب۔ یہ بات تشویشناک ہے کہ سپریم کورٹ کے حکم کے نتیجہ میں مختلف

ریاستیں نکاح کے رجسٹریشن کا قانون بنارہی ہیں جس میں ایک تو رجسٹریشن کو لازم قرار دیا گیا ہے دوسرے شرعی اعتبار سے اور بھی بہت سی خامیاں ہیں اس لئے (الف) لازمی رجسٹریشن کے سلسلہ میں جو کمیٹی پہلے سے موجودہ ہے اوراس کے کنوینر ڈاکٹر قاسم رسول الیاس ہیں وہ بورڈ کے ذمہ داران ارکان سے مدد لیتے ہوئے مرکزی سطح پراس قانون کی اصلاح کے لئے کوشش کریں (ب) کمیٹی نے پہلے جو رپورٹ تیار کی تھی اور مجوزہ قانون میں ترمیمات کے لئے جومشورے دئے تھے اب ریاستوں میں جو قوانین بنائے گئے ہیں اس کوسامنے رکھ کر کمیٹی مزید غور کرے اور ضروری ترمیمات کا مشورہ دے (ج) جن ریاستوں میں یہ قانون بن چکا ہے ان میں ریاست کے ارکان بورڈ اور دیگر مؤقر شخصیات کولیکر کمیٹی بنائی جائے جو وہاں کی حکومتوں سے نمائندگی کرے اور اس قانون میں بورڈ کے موقف کے مطابق ترمیم کرانے کی مؤثر کوشش کرے خاص کر تملناڈو میں فوری طور پر کمیٹی بنائی جائے جہاں اس قانون کوسختی سے نافذ کیا جارہا ہے اور وہاں بورڈ کا ایک ڈیلی گیشن چیف منسٹر سے ملاقات کرے جس میں ریاست کے ارکان بورڈ کے علاوہ بورڈ کے بعض ذمہ داران بھی شریک رہیں، اس کے علاوہ جن ریاستوں میں ابھی یہ قانون نہیں آیا ہے وہاں بھی ارکان بورڈ کی کمیٹی بنادی جائے جو پہلے سے اس سلسلہ میں کوشش کرے کیونکہ قانون بننے سے پہلے ایسی کوشش زیادہ سودمند ہوتی ہیں۔ بورڈ کے صدر محترم ریاستی کمیٹیوں کی تشکیل کے مجاز ہوں گے اور کنوینر اور ارکان مقرر کریں گے۔ پارلیمنٹ کے ذریعہ جن ترمیمات کومنظور کرانا ضروری ہو جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب جلد سے جلد اس کا مسودہ تیار کرلیں تا کہ جب مہم چلائی جائے اور اس سلسلہ میں حکومت کے نمائندوں سے ملاقات کی جائے تو یہ مسودہ ان کے سامنے رکھا جاسکے۔''

جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ نے بتایا کہ بنگلور میں ایک بڑے کامپلیکس کے فرسٹ فلور پر چار ہزار مربع فٹ کا بیع نامہ ہوچکا ہے اس فلور کے کل رقبہ میں اور بھی ادارے ہیں، کرایہ انشاءاللہ جنوری ۲۰۱۳ء سے شروع ہوگا اس جائداد کے حصول میں بھٹکل کے اہل خیر اصحاب کا تعاون حاصل رہا ہے، ارکان نے اس اطلاع پر اطمینان کا اظہار فرمایا۔ جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب نے یکم اپریل تا ۳۰/جون ۲۰۱۲ء کے آمدوصرف کا گوشوارہ پیش کیا۔ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ نے فرمایا کہ آئندہ سال بورڈ کے اجلاس عمومی کے لئے مقام کے انتخاب کا مسئلہ ہے یہ پیش نظر رہے کہ یہ اجلاس بورڈ کا انتخابی اجلاس ہوگا۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بتایا کہ اندور کی ایک دینی جامعہ کے اصحاب اس اجلاس کی میزبانی کے لئے تیار ہوسکتے ہیں اور اچھا انتظام کرسکتے ہیں جناب کمال فاروقی صاحب اور جناب قاسم رسول الیاس صاحب نے دہلی کی تجویز پیش کی مولانا عبدالشکور صاحب نے کیرالا میں اجلاس کے انعقاد کی تجویز رکھی۔

طے کیا گیا کہ صدر بورڈ جائزہ لے کر فیصلہ فرمائیں۔

صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارا یہ اجتماع خوشگوار ماحول میں مفید تجاویز کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔ اس وقت ملک کے جو حالات ہیں ان میں ہم کو اپنی شریعت کی حفاظت کے لئے اپنی جدوجہد کو تیز کرنا ضروری ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم فکری اور ذہنی ہم آہنگی کے ساتھ اپنے کاز کو آگے بڑھائیں۔ اختلاف رائے ہوسکتا ہے لیکن مخالفانہ جذبات پیدا نہیں ہونے چاہئے۔ یادرکھئے اتحاد ہماری طاقت ہے اوراس کو ہر حال میں باقی رکھنا، مضبوط کرنا ضروری ہے، اپنے برادران وطن کواسلام کی سچی تعلیمات سے واقف بھی کراتے رہیں تا کہ ان کی غلط فہمیاں دور ہوں اور یہ واضح ہوجائے کہ اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ سکریٹری بورڈ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب جنھوں نے اجلاس کی کارروائی چلائی اختتام پر شکریہ ادا کیا، صدر محترم کی دُعا پر یہ اجلاس 2.45 دوپہر کو اختتام پذیر ہوا۔

نئے نئے ''وقف'' قائم کئے جاسکتے ہیں، اگر......

مولانا سید محمد ولی رحمانی (سکریٹری بورڈ، مونگیر)

اوقاف کی جائداد ملک میں بڑے پیمانے پر موجود ہے، اگر صحیح طور پر وقف کی زمینوں کا سروے کیا جائے تو ریلوے اور آرمی کی زمینوں کے بعد کل ہند سطح پر سب سے زیادہ زمین اوقاف کی قرار پائیگی ـــــ جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں، وہاں مسجد اور قبرستان موجود ہیں، اور ہر مسلم آبادی کے ساتھ یہ دو وقف ضرور ہیں۔ اسی طرح ہر قابل ذکر بڑی آبادی میں کنواں، تالاب، سبیل، مکتب، مدرسہ، یتیم خانہ، مسافر خانہ، امام باڑہ، عاشور خانہ، خانقاہ اور مختلف قسم کے دینی، رفاہی اور اجتماعی کاموں کے لئے ماضی میں اہل خیر نے چھوٹی بڑی بہت سی زمین، مکانات وقف کئے، جن سے لوگوں کو فائدہ پہونچتا رہا اور صدیوں تک یہ اوقاف عام لوگوں کی ضرورتوں (خصوصاً پینے اور استعمال کے پانی، مسافروں کے آرام کیلئے جگہیں، شفا خانے) اور خاص طور پر مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی، سماجی اور رفاہی ضرورتوں کو پورا کرتے رہے ہیں۔

وقف جائدادوں کی یہ کثرت دینی جذبہ اور اجتماعی رفاہی کاموں سے دلچسپی کی وجہ سے ہوئی، لوگ یہ یقین رکھتے رہے کہ وقف کی ہوئی جائداد سے دینی وابستگی ہوگی، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہوتی ہے۔ ساتھ ہی دینی جذبہ کی وجہ سے کوئی اسپر نہ غلط قبضہ کریگا، اور نہ اسکا غلط استعمال ہوگا، اور یہ اجتماعی جائداد رہتی دنیا تک باقی رہیگی، فائدہ پہونچاتی رہیگی اور وقف کرنے والے کو ثواب ملتا رہیگا۔ یہی وجہ ہے کہ صدیوں میں عوامی جائداد (وقف) کا اتنا بڑا غیر سرکاری ذخیرہ جمع ہوگیا جسکا ابھی تک پورا حساب نہیں لگایا جاسکا، نہ اسکی سروے رپورٹ تیار ہوسکی۔ انگریزوں کے عہد سے پہلے، حکومتوں نے اس جائداد کا غلط فائدہ کبھی نہیں اٹھایا، نہ اسپر کسی کی غاصبانہ نظر پڑی، اور نہ ملک کے باشندوں (ہندو اور مسلمان) نے اس سے کوئی ذاتی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، بلکہ مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں اور سکھوں نے بھی جائدادیں وقف کیں، مسجدیں بھی بنائیں اور دوسرے رفاہی کاموں میں جائداد وقف کر کے حصہ لیا۔

اوقاف کے سلسلہ میں بڑے پیمانہ پر سب سے پہلے برطانوی حکومت نے گڑبڑ کی، صرف دہلی میں ہی نہیں، کئی بڑے شہروں میں وقف کی زمینوں، مکانات، یہاں تک کہ مسجدوں کو شہید کر کے، اسکا دوسرا مصرف لیا گیا، دہلی میں سپریم کورٹ کی عمارت، پارلیمنٹ ہاؤس اور راشٹر پتی بھون کی عمارتیں بڑی حد تک وقف کی زمین پر ہیں۔ یو پی اے کے مرکزی دفتر کے کیمپس میں موجود کم از کم پانچ سو سال پرانی چھوٹی سی ویران مسجد خود بتاتی ہے کہ اس پورے خطہ میں مسجدیں شہید کی گئیں، جس علاقہ میں کام کرنیوالے مستری اور مزدور مسلمان رہے ہوں گے وہاں کی مسجدیں بچ گئیں۔ ابھی بھی اپولو ہاسپٹل سے جسولا کی طرف جایئے تو مختلف ملٹی نیشنل کمپنیوں کے دفاتر سے ذرا پہلے سڑک کے کنارہ مختصر سے سبزہ زار کے بیچ کھڑا بہت پرانے طرز کا مینار مسجد کی گواہی دے رہا ہے۔ اور ابھی چند دنوں پہلے نیتا جی سبھاش پارک (سابق ایڈورڈ پارک) کے سبزہ کے نیچے مسجد کی صفیں اور دیوار کے آثار نکلے ہیں، اسپر تو معاملہ چل ہی رہا ہے!

صرف دہلی میں اگریمنٹ کی ۱۱۳ مسجدیں بتاتی ہیں کہ برطانوی سامراج نے مسجدوں کو منہدم کرنے کی کیسی قانونی سازش کی تھی ـــــ اور دہلی ہی نہیں، ملک کے مختلف شہروں میں برطانوی سامراج نے بڑا خراب معاملہ کیا، مثلاً کلکتہ کا راج بھون وقف کی زمین پر انگریزوں نے بنوایا، اور آج بھی حکومت بنگال صوبائی وقف بورڈ کو راج بھون کی زمین کا کرایہ سالانہ ساڑھے پانچ ہزار روپے ادا کرتی ہے، فٹبال کی مشق کیلئے موہن بگان اور دوسری بڑی بڑی ٹیموں کو سیکڑوں ایکڑ وقف کی زمین بہت معمولی کرایہ پر دی گئی، اور آج بھی کھیل کے یہ ادارے چند ٹکوں کی کرایہ داری پر جمے بیٹھے

ہیں۔کرایہ دار کو پوری سہولت مل رہی ہے،اور مالک (وقف بورڈ) کی ضرورت کے لالے پڑے ہیں۔ جاننے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ رائٹرس بلڈنگ (بنگال حکومت کا مرکزی دفتر) بھی وقف کی زمین پر ہے،اس طرح اوقاف کی بہت بڑی جائداد پر برطانوی سامراج نے قبضہ کیا۔اور عملاً لینڈ یوز کو بدل دیا،جبکا کوئی قانونی حق حکومت کونہیں تھا کہ وقف کی زمینوں پر سرکاری دفاتر اور رہائشی مکانات بنائے ـــــــ ہندوستان میں وقف کی بربادی کا یہ وہ مرحلہ ہےجسکی حقیقت اورشہادت آج بھی واضح ہے!

انگریزوں کے ان اقدامات کے نتیجہ میں ہندوستان کے باشندوں کا بھی وقف پر ناجائز قبضہ کا مزاج بنا،خود ہمارے چھوٹے سے شہر مونگیر میں سرائے کی مسجد موجود ہے،جسکی نئی تعمیر چند برسوں قبل (۱۹۹۱ء ـ ۱۹۹۳ءمیں) ہوئی ہے، یہ مسجد اصل میں سرائے میں ٹھہرنے والوں کیلئے تقریباً دوسوسال پہلے بنائی گئی تھی اور سرائے کا پورا خطہ جو عمارت اور خالی اراضی پر مشتمل تھا۔۲۷بیگھہ کا تھا،اب چند کٹھہ زمین باقی ہےجسکے کچھ حصہ میں مسجد ہےاور وہ پوری اراضی (۲۷بیگھہ) جو وقف تھی،اس پر بہت سارے غیر مسلم حضرات کے مکانات بنے ہوئے ہیں پیٹرول پمپ ہے، دوکانیں ہیں ۔سرائے کے وقف پر قبضہ انگریزوں کے زمانہ میں ہوا اور تعمیرات آزادی سے پہلے ہوئیں اور بعد میں بھی!،اس طرح حکومت کی بدنیتی اور بدعملی نے عوام کو بھی حوصلہ دیا اور انہوں نے بھی اوقاف کی جائداد پر قبضہ کا سلسلہ شروع کردیا۔

امید یہ تھی کہ آزادی کے بعد صورت حال بدلے گی،مگر مرکزی اور صوبائی حکومتوں کا مزاج وقف جائداد کے سلسلہ میں نہیں بدلا،جبکا عملاً نتیجہ یہ ہوا کہ خود مرکزی اور صوبائی حکومتیں وقف جائدادوں پر قبضہ کرتی چلی گئیں ـــــــ بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی کے آخری سرے پر مسجد عبدالنبی اور اس سے وابستہ وقف جائداد پر حکومت نے کنٹرول کیا،بڑی کاوش کے بعد مسجد عبدالنبی کا انتظام مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ نے ایک کمیٹی کو منتقل کرایا،مرکزی حکومت نے حضرت مفتی صاحبؒ کو کمیٹی کا صدر بنایا، اور میر مشتاق احمد صاحب، بیرسٹر نورالدین، جناب عزیز الشفیع جیسی نمایاں شخصیتیں ممبر تھیں،عرصہ ہوا یہ مسجد غیر سرکاری طور پر جمعیۃ علماء کے زیر نظم آ گئی،جسکی برکت سے "مرکزی حکومت" کی قبضہ کی ہوئی مساجد میں سب سے بہتر حالت میں پر رونق ہے ورنہ درجنوں مسجدیں حکومت کے زیر نظم ،حفاظت کے نام پر ویران پڑی ہیں،سرکاری انتظامیہ نے غیر قانونی طور پر نماز پڑھنے سے بھی روکے رکھا ہے اور مسجد کی بے حرمتی اور خلاف شریعت حرکتیں وہاں کا معمول ہیں

مسجد عبدالنبی کے ساتھ شیخ عبدالنبی کی خانقاہ ،مہمان خانہ ،اصطبل،اور قبرستان پانچ سو بیگھہ اراضی پر مشتمل وقف تھا جہاں اب آئی ٹی او،کمشنر آفس،گاندھی پیس فاؤنڈیشن،روزنامہ پرتاپ،ملاپ اور دوسرے انگریزی اور ہندی اخبارات کی عمارتیں ہیں اور بہت سارے دفاتر کھڑے ہیں۔وقف کی جائداد کا سرکاری الاٹمینٹ اور غیر سرکاری مصرف لینا آزادی کے بعد کی کارروائی ہے۔اسی طرح بہادر شاہ ظفر مارگ کی دوسری جانب گرونانک بھون،پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف اور ان جیسی عمارتوں کے ساتھ پنت ہاسپٹل کے ڈاکٹروں کے رہائشی مکانات،مولانا آزاد میڈیکل کالج کا پورا حلقہ وقف شیخ عبدالحقؒ کی اراضی رہی ہے،جبکا حلقہ شیخ عبدالنبی سے بھی بڑا رہا ہے،آزادی کے بعد بھی اس حلقہ میں کئی مسجدیں تھیں،ویران مدرسہ تھا،۱۹۵۷ء میں میں نے انمیں سے ایک مسجد میں کئی بار نماز پڑھی ہے،جس پر مسجد شیخ عبدالحقؒ کا کتبہ لگا ہوا تھا،اسی مسجد میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اکثر عبادت،تلاوت،اور مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔

یہ جو ابھی پنت ہاسپٹل کا مردہ خانہ اور جے پرکاش نرائن اسپتال کے ڈاکٹرس اور اسٹاف کوارٹرس کے درمیان قبرستان مہندیان تھوڑی سی زمین پر باقی ہے جہاں حضرت شاہ ولی اللہؒ،انکے بلند مراتب صاحبزادے اور ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا پہلا فتویٰ دینے والے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور اپنے زمانہ کے مشہور بزرگ شیخ عبدالعزیز شکر بارؒ کے مزارات ہیں۔ یہ قبرستان بہت بڑا تھا،بڑی محنت،جاں نثاری اور تین سو چونتیس مقدمات لڑنے اور جیتنے کے بعد جناب علی محمد شیر میواتیؒ نے اس قبرستان کے تھوڑے سے حصہ کو بچایا اور چہار دیواری دلوائی،ورنہ یہ وقف بھی بہت بڑا تھا ـــــ جہاں ابھی جے پرکاش نرائن اسپتال کی مرکزی عمارت ہے ،وہاں بہت بڑی سہ منزلہ مہندیوں کی رسم ادائیگی کیلئے عمارت اور زمین وقف

تھی، اور برابر میں یہ قبرستان تھا، خواجہ میر دردؒ کی قبر بھی اسی قبرستان میں تھی، جنکے نام پر اب میر درد روڈ ہے۔ جے پرکاش اسپتال، پنت اسپتال کی عمارت اور اس کے بعد چہار دیواری سے باہر پچھم جانب موجودہ بوسیدہ یک منزلہ سرکاری عمارتیں آزادی کے بعد حکومت نے بنوائی ہیں اور یہ سب مہندیوں کی رسم اور قبرستان کیلئے وقف زمینوں پر بنائی گئی ہیں۔ اسی وقف زمین سے متصل مسجد بارہ کھمبا ہے!

حکومت کا وقف جائداد کے ساتھ جب یہ طرز عمل ہو، تو وقف کے قانون کے مؤثر ہونے کی گنجائش کہاں؟ـــــ جائداد وقف کرنے کے رجحان اور عمل میں کمی کی دوسری اہم وجہ ایک تو یہ ہے کہ وقف کا قانون کمزور ہے بے حد کمزور، دوسرے وقف بورڈ کے ذمہ دار کمزور تر، نگاہ سرکار دیکھکر فیصلہ بدلنے والےـــــ نتیجۃً وقف کی جائیداد حکومت اور حکومت رسیدہ لوگوں کا لقمہ تر بنتی رہی، اور بن رہی ہے، واقف کا مقصد اور اسکی منشا تو پیش نظر رہی ہی نہیں، اسے مسلمانوں کی اجتماعی جائیداد اور مسلمانوں کے عمومی، خاص طور پر تعلیمی فائدہ کیلئے استعمال کرنا بھی مشکل ہے، ابھی حال ہی میں دہلی وقف بورڈ نے دس ایکڑ وقف زمین حکومت دہلی کو تحفۃً دیدی جہاں پارک اور بدھ استمبھ طرز کی عمارت بنی ہے، مگر دہلی وقف بورڈ نے کسی مسجد کی تعمیر، کسی مدرسہ، اسکول، کالج، ہسپتال، یتیم خانہ، مسافر خانہ کیلئے کوئی زمین الاٹ نہیں کی ہے، دہلی میں بعض مسجد اور مسجد سے ملحق اراضی پر علماء نے چند مدرسے ضرور کھولے ہیں، جو غریب مسلمانوں کی تعلیمی ضرورت کی تکمیل کا بہترین ذریعہ ہیں! اور بعض مدرسوں میں غریب ہندو بچے بھی پڑھنے کیلئے آتے رہے ہیں۔

پھر وقف بورڈ کی بدانتظامی، رشوت ستانی کے نتیجہ میں صورتحال یہ بنی کہ وقف جائداد کے رجسٹر بھی بعض صوبوں کے دفاتر میں پورے طور پر موجود نہیں ہیں، ایک عرصہ تک وقف کا رجسٹریشن کرانا بھی بڑا مشکل کام رہا ہے جسکے لئے تدبیریں اور ترکیبیں کی جاتی تھیں ـــــ بعض قوانین کا غلط استعمال بھی اوقاف کی جائیداد اور اسکے ذمہ داروں کیلئے حوصلہ شکن بنا ہے مثلاً لینڈ سیلنگ ایکٹ کے تحت ہر ادارہ (Institution) کو ایک یونٹ قرار دیا گیا اور ایک یونٹ سے زیادہ زمین جہاں تھی وہ سیلنگ میں چلی گئی، مسجد اور مدرسہ کا قبضہ ختم ہوا اور کسی آتما رام کسی پھاگن منڈا کے نام کلکٹر صاحب بہادر نے پرچہ کٹوایا اور زمین بٹوادیـــــ بہار کے کٹیہار ضلع میں ضمیرا گاؤں کی تقریباً پونے سات سو بیگھہ مسجد کی زمین بانٹ دی گئی، اور ہائی کورٹ تک سے حقدار کو حق نہیں ملا۔ یہ تو ایک مسجد کا بڑا وقف تھا، جس کا ذکر آ گیا، ایسے بہت سے اوقاف ہیں جن پر سیلنگ ایکٹ کو غلط طور پر نافذ کیا گیا، اور ضلع انتظامیہ نے ایک یونٹ سے زیادہ زمین تقسیم کردی۔

پریوی کانسل سے لیکر سپریم کورٹ تک کا فیصلہ ہے کہ ایک بار وقف ہونے کے بعد وہ جائداد ہمیشہ وقف رہیگی، اسکی اصل حیثیت نہیں بدل سکتی، (Once a waqf always waqf) مگر دستور ہند میں دیئے گئے مذہبی امور کے تحفظ، سپریم کورٹ کے واضح فیصلوں کے باوجود لوئر کورٹ اور ہائی کورٹ نے بھی ضمنی یا اضافی قانون کے سہارے وقف کی حیثیت کو ختم کیا ہے، اور قبرستان کی زمین کو بھی کسی مانس مرمو کسی راجن ٹکا کے حوالہ کرنے کے انتظامی فیصلہ کو درست قرار دیا ہےـــــ ہاں! جہاں مسلمانوں نے قبرستان کی حفاظت کی اور مرنے مارنے پر تُل گئے، وہاں یہ "قانونی قدم" نہیں اٹھایا جاسکا، جیسے سہسرام میں گُھسیا (غوثیہ) کلاں کا قبرستان سرکاری دستبرد سے بچا ہوا ہے، جس کا رقبہ پونے تین سو بیگھہ ہے، اس طرح وقف کی اہمیت، عظمت اور حفاظت کا جو تصور عام ہندوستانیوں خاص طور پر مسلمانوں میں رہا ہے، وہ ہلکا پڑتا چلا گیاـــــ اور وقف بورڈ کی کمزوریوں کی وجہ سے متولی یا انتظامی کمیٹی بھی کمزور اور بعض حالات میں ناجائز طریقہ کار اختیار کرنے کا ذریعہ بن گئے۔

ان حالات میں وقف کرنے کا رجحان کم ہوتا چلا گیاـــــ اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ لوگوں میں "دینے" اور "اللہ کیلئے دینے" کا جذبہ کم ہوگیا ہے، مدارس کی بڑی بڑی عمارتیں، خوبصورت اور قیمتی مسجدیں اور کئی رفاہی کام ایسے ہیں، جن پر خوب خرچ کیا جاتا رہا ہے، دینی کتابوں کی طباعت اور تقسیم کا رجحان بھی بڑھا ہے، لیکن جائداد کے وقف کرنیکا مزاج کمزور پڑا ہے، جسکی واضح طور پر چند وجہیں ہیں:

۱ ـــــ وقف کی جائداد کے "غیر محفوظ" ہونیکا واضح خطرہ

۲ ـــــ وقف بورڈ کی کمزور کارکردگی اور کمزوریاں

۳ ـــــ وقف کے منتظمین میں انتظامی صلاحیت کی کمی یا غلط روش

۴ ـــــ وقف جائداد کے ساتھ حکومتوں کا سوتیلا پن

۵ ـــــ وقف کے انتظام کے لئے کمزور یا غلط قانون سازی

آج بھی اگر لوگوں کا اعتماد بحال ہو تو بڑے بڑے اوقاف قائم ہو سکتے ہیں، جسکی مثال ۱۹۹۸ء میں نواب زادہ صلاح الدین احمد خانصاحب کی وقف کی ہوئی کوٹھی اور ملحق اراضی ہے، صلاح الدین صاحب برسوں سے اس جائیداد کو میری تجویز کے مطابق تعلیم، صحت اور رفاہی کاموں کے لئے وقف کرنا چاہتے تھے، برسوں اس تجویز پر عمل نہ ہوسکا، جب میں نے متولی بننے کی رضامندی دیدی تو فوراً انہوں نے کئی گواہوں کے سامنے اس جائیداد کو وقف کیا، اس جائداد کی قیمت وقف کرتے وقت تقریباً پانچ کروڑ کی تھی، میں نے چاہا کہ واقف کی منشا، سلسلہ تولیت کی تفصیل اور جائیداد کی باقاعدہ رجسٹری ہو جائے، معلوم ہوا کہ بہت حساب کتاب لگا کر اور کانٹ چھانٹ کر کے بھی چالیس لاکھ روپئے سے زیادہ خرچ ہونگے تب رجسٹری ہوگی ـــــ نتیجۃً رجسٹری کرانے کی آرزو حسرت بن گئی، اور اسے وقف بورڈ میں رجسٹرڈ کرایا گیا۔

ابھی یکم مارچ ۲۰۱۲ء کو کشن گنج میں ۲۸/ایکڑ زمین وقف کی گئی، جسکا متولی بھی مجھے ہی بنایا گیا، لوگ آج بھی وقف کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، مگر کمزور ہاتھوں میں وزنی چیز دیتے ہوئے طبیعت رکتی ہے اور یہ کھٹکا بھی وقف کرنے والوں کے دل میں رہتا ہے، کہ کب وقف بورڈ کا کوئی ''ایکٹو چیرمین'' بنا دیا جائے، اور اس کی ایکٹیویٹی وقف کی اصل حیثیت کو ہی تہہ و بالا کردے ـــــ اگر آئین ہند کے پیش نظر پریوی کانسل اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کو سامنے رکھتے ہوئے، اوقاف کے سلسلہ میں حاصل ہوئے تجربات کی روشنی میں ایمانداری کے ساتھ مضبوط قانون سازی ہو، اور وقف بورڈ کو سیاسی نومینشن کا ذریعہ نہ بنایا جائے تو اوقاف کی حالت بہت بہتر ہوسکتی ہے، پھر نئے نئے اوقاف قائم ہونگے۔ جس کے نتیجہ میں ہندوستان کی اجتماعی رفاہی جائداد میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

❁❁❁

بقیہ: ہاں!ـــــ۱۲۳/وقف جائیدادوں کا....

فروری ۲۰۰۶ء کے خط پر ۴/جولائی ۲۰۱۰ء تک جو کاروائی ہوئی تھی، میرے سامنے تھی، سیدھا سا معاملہ تھا جسے طے کرنے کے لئے محض ''سیاسی ارادہ'' کی ضرورت تھی، ہاں! ہائی کورٹ میں مقدمہ لڑنے سے بہت آسان یہ تھا، کہ معاملہ کیبنٹ میں اٹھا دیا جائے، یا شہری ترقیات کے وزیر سے دوٹوک بات کر لی جاتی، یہ بھی ممکن نہ تھا، تو سونیا جی کو ہی لکھدیا جاتا کہ وہ مداخلت کریں اور شہری ترقیات کے وزیر سے بات کرلیں، مگر مجھے افسوس ہے کہ پچاس سال کی کاوش کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہری ترقیات کی وزارت کے نوٹی فیکشن کو دہلی ہائی کورٹ نے مان لیا ـــــ اس فیصلہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ جائیداد بہرحال شہری ترقیات کی وزارت کی ملکیت ہے، جسے دہلی وقف بورڈ کو علامتی کرایہ پر دیا جانا درست ہے، اب بھلا بتایئے! دو دو کمیشن کے بنوانے میں برسوں لگے، کمیشن کی رپورٹ آنے میں جو وقت لگا، وہ اپنی جگہ۔ پھر چھبیس سال کے بعد عدالت کا فیصلہ لینے اور نصف صدی کی عوامی جدوجہد اور سرکار والا تبار کی نیک نیتی اور حسن خدمت کے نتیجہ میں بات یہی ٹھہری کہ زمین اصلاً ''وقف'' نہیں ہے ـــــ سچ یہی ہے کہ ''وہ ہار کر نہ ہارے، میں جیت کر بھی ہارا ـــــ''! اور اب بھی جناب سلمان خورشید صاحب اطمینان دلا رہے ہیں کہ وہ وزیر شہری ترقیات سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں اور ڈی نوٹی فائی کے لئے لگے ہوئے ہیں۔

چھبیس سال پہلے (۱۹۸۴ء میں) ایسا لگا تھا کہ گاڑی آگے بڑھ رہی ہے، مگر ایک قدم آگے بڑھا نہیں تھا، کہ دو قدم پیچھے ہوگئے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ملاح نے کشتی کو ساحل کے کسی مضبوط درخت سے باندھ دیا ہے، اور رات بھر پتوار کھیتا رہا ہے، رات بھر کشتی ہلتی رہی، مسافر سمجھتے رہے کہ کشتی چل رہی ہے، صبح کی روشنی پھیلی تو پتہ چلا کہ کشتی ساحل سے لگی ہے، ملّاح نے کشتی کو روک رکھا تھا!

❁❁❁

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی

یوروپ اور امریکہ کا نامعقول رویہ

محمد عبدالرحیم قریشی (اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ، حیدرآباد)

تنظیم اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں توقع تھی کہ امریکہ کے صدر بارک اوباما میں اقوام عالم کے نمائندوں کے سامنے' کم سے کم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شان میں گستاخی کا جو جرم ''مسلمانوں کی معصومیت'' کے پرفریب نام سے موسوم فلم کے بنانے والوں نے کیا ہے ان کی سخت مذمت کریں گے اور فلم کے تعلق سے اظہار افسوس کریں گے، چاہے اس کے ساتھ وہ معافی چاہیں یا نہ چاہیں۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

اوباما صاحب نے اس کا رونا رویا کہ فلم، کا بہانہ بنا کر، امریکی سفارتی دفاتر پر حملے کئے جارہے ہیں اور تشدد ہو رہا ہے۔ ایک ''فلم'' کو بہانہ بنا کر مظاہرے کرنا بڑا نامعقول رویہ ہے۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوا کہ امریکہ عالمی امور میں رول ادا کرنے کے فیصلہ کے پہلے ہی دن سے اس نامعقول رویہ کو اپنی پالیسی بنائے ہوئے ہے اور اس کو زیب نہیں دیتا کہ دوسروں پر ایسا الزام عائد کرے۔

دوسری عالمگیر جنگ (The Second World War) سے امریکہ نے دنیا اور دوسرے ممالک کے مسائل میں دلچسپی لینی شروع کی ورنہ اس سے پہلے تو وہ اپنے داخلی گھریلو مسائل اور حالات میں مگن تھا۔ دوسری عالمگیر جنگ میں کود پڑتے ہی معمولی سے بہانے پر جاپان کے دوشہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے جس میں لاکھوں انسان ہلاک اور کروڑہا کروڑ کی جائیدادیں تباہ و برباد ہوئیں۔ اور جو زندہ بچے وہ اٹیمی تاب کاری کے برے اثرات کا شکار رہے اور آج تک بھی جن مقامات پر بم گرائے گئے انسان یہاں آباد نہیں ہوسکتا۔ ۱۹۷۷ اور ۱۹۷۸ء میں جب لبنان کی مسلم اکثریت نے یہ مطالبہ لے کر پرامن جدوجہد شروع کی کہ لبنانی عیسائی اقلیت میں ہونے کے باوجود، ستوران کو اہم عہدوں ''صدر مملکت'' سپہ سالار افواج، چیف جسٹس وغیرہ پر فائز کرتا ہے۔ جمہوری اصولوں پر نیا دستور مرتب کیا جائے اور یہ تحریک عوامی بن گئی تو امریکہ نے اپنی فوجیں لبنان میں اتاردیں، جمہوریت کے قیام کے مطالبہ کا گلا گھوٹنے کے لئے۔ کیا معقولیت تھی اس میں۔ اور کئی واقعات ہیں انکو میں چھوڑتا ہوں۔ افغانستان میں امریکی افواج کی موجودگی کا کیا جواز ہے؟۔ اگر افغانی عوام اسلامی حکومت چاہتے ہیں تو اس سے ان کو روکنے کا حق امریکہ کو کیسے مل جاتا ہے؟ پاکستان میں ڈرون حملوں کا کیا جواز ہے۔؟ کیا امریکہ اجازت دے گا کہ کوئی دوسرا ملک موجودہ امریکی سیاسی نظام کو دنیا کے لئے خطرہ قرار دے کر اپنی فوجیں وہاں اتاردے۔؟ کیا ڈرون حملے پاکستان کے اقتدار اعلیٰ میں مداخلت نہیں ہے؟ کیا امریکہ کسی بہانے سے دوسرے کو اس کی آبادیوں پر بم گرانے کی اجازت دے گا؟ اوباما کے گستاخی رسول پر مظاہروں کے خلاف ریمارک پر یہی کہا جاسکتا۔

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے پاک باز

جب یہ بات اسلامی ممالک کی تنظیم (O.I.C) اور چند مسلم ممالک کی جانب سے پیش کی جانے لگی کہ کسی مذہبی عقیدہ اور مذہبی شخصیت کی اہانت کو جرم قرار دیا تو امریکہ اور یوروپی ممالک نے شور مچانا شروع کیا کہ ہم اظہار کی آزادی پر کوئی پابندی عائد نہیں کرنا چاہتے اور اظہار و بیان کی آزادی پر کسی بھی شرط و قید کے وہ مخالف ہیں۔ واہ رے واہ۔ کیا خوب! کیا امریکہ میں کوئی شخص یہ چیالنج کرسکتا ہے کہ ہالوکاسٹ (Holocaust)

(ہٹلر کی جانب سے جرمنی کے یہودیوں کا قتل عام) کے واقعات میں افسانے زیادہ اور حقیقتیں کم ہیں!۔ کیا ہالوکاسٹ کا انکار جرم قرار نہیں دیا گیا ہے؟ کیا ہالوکاسٹ کے معاملہ میں آزادی اظہار ورائے کا گلا گھونٹ نہیں دیا گیا؟ کیا یورپ کے بعض ممالک میں ہالوکاسٹ پر انگلی اٹھانا جرم نہیں ہے؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہٹلر نے یہودیوں پر بے شک مظالم توڑے لیکن مقتولین کی تعداد میں بڑا مبالغہ ہے اور بہت سے بیان کئے گئے دردناک اور الم ناک واقعات گھڑی ہوئی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ مگر ان پر سوالیہ انگلی اٹھانا جرم ہے۔ اور یوروپ۔ یہاں تو آج تک بھی وہ قوانین تقریباً ہر یوروپی ملک میں موجود ہیں جن کے تحت عیسائی عقائد کے خلاف ہلکی سی تنقید بھی جرم ہے اور جس کی سخت سزائیں ہیں۔ یوروپ کے کئی ممالک بالخصوص فرانس اور اسپین میں کئی افراد کو ان قوانین کے تحت زندہ جلا دیا گیا۔ حتیٰ کہ ان قوانین (Blasphemy Laws) کے تحت سائنسدانوں کی تحقیقات اور دریافتوں پر قدغن لگائی گئی۔ مشہور واقعہ اٹلی کے گیلیلیو کا ہے جنھوں نے اپنی تحقیقات کی بنیاد پر اعلان کیا کہ زمیں سورج کے اطراف گھوم رہی ہے اور یہ کہنا کہ سورج زمین کے اطراف گھوم رہا ہے غلط ہے بس کیا تھا سارے عیسائی پیشوا حرکت میں آگئے جس زمین پر حضرت عیسیٰ مسیح (علیہ السلام) پیدا ہوئے ہوں وہ سورج کے اطراف کیسے گھوم سکتی ہے۔ بے چارے گیلیلیو کو شکنجہ میں کس کر ایسی سزا دی گئی وہ تاب نہ لاسکا اور اس نے اپنے اعلان کردہ نظریے کو واپس لینے کا اعلان کیا جس پر اسے اذیت سے نجات ملی بعد میں اس نے بس اتنا کہا کہ میں اپنی بات واپس لے چکا ہوں مگر حقیقت وہی ہے۔ ان حساس قوانین کے تحت یوروپ میں ہزار ہا ہزار افراد کو سخت سے سخت سزائیں دی گئیں۔ یہ قوانین واپس نہیں لئے گئے۔ اب بھی موجود ہیں۔ کیا یہ قوانین بے قید آزادی اظہار ورائے پر قید لگانا نہیں ہے؟ پھر اس قید کو کیوں نہیں اٹھایا جاتا۔

ان قوانین (Blasphemy Laws) کا آجکل اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ اب یوروپ اور امریکہ کے عیسائی عوام کے مذہبی احساسات سرد پڑ چکے اور مذہبی جذبات مر چکے ہیں مذہبی جذبات کی کمزوری کا بیج ان قوانین نے ہی بویا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ صحیح بات کہنے والوں، سائنسی تحقیق کے نتائج کو عام کرنے والوں، مفکروں اور دانشوروں کو سزائیں دے کر ترقی کا راستہ روکا جارہا ہے تو انھوں نے مذہب کو ترقی کے راستے کی رکاوٹ قرار دے کر مذہب سے بیزارگی کا راستہ اختیار کیا اور مذہب کو علم وفن کی ترقی کے لئے بڑا خطرہ قرار دے کر مذہب بیزارگی میں ایسی انتہاء پر چلے گئے کہ عیسائیت اور عیسائی عقیدوں کی تنقید ہی نہیں کتنی ہی توہین کی جائے کہ کوئی رگ حمیت پھڑکتی نہیں۔ چند سال قبل اٹلی کے مشہور مصور لیونارڈو ڈاونچی کی حضرت مسیح کے آخری عشائیہ کی خیالی تصویر کو لے کر جس میں حضرت مسیح کے بازو بیٹھے ہوؤں میں ایک کے بال بہت بڑے ہیں یہ کہانی گھڑی گئی کہ یہ مرد نہیں یہ خاتون ہے اور اس عورت سے ''نعوذ باللہ من ذلک'' حضرت مسیح کے جنسی تعلقات تھے اور اولاد بھی ہوئی۔ یہ کتاب سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتابوں میں اس سال اور اس کے بعد بھی سر فہرست رہی۔ ایک ڈرامہل ''ANTS'' بڑا مقبول ہوا۔ جس میں حضرت مسیح کے آخری ایام کو انتہائی گھناؤنے انداز میں پیش کیا گیا اور کسی نے صدائے احتجاج بلند نہیں کی۔ Blasphemy Laws کے تحت کئے گئے مظالم کے نتیجے میں مذہبی جذبات کے ٹھنڈے ہوجانے اور مرجانے کی بات سمجھ میں آسکتی ہے لیکن اس کو اسلام اور مسلمانوں پر چسپاں نہیں کیا جاسکتا۔

مسلمانوں کی تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ اسلام نے لوگوں کے دلوں پر پڑے ہوئے قفل کو کھول دیا اور علم وفن کی راہ میں آگے بڑھنے کا محرک فراہم کیا اور علم، تحقیق اور جستجو کے میدان میں مسلمانوں کے کارناموں کے تذکرے کے بغیر علم وسائنس کی کوئی تاریخ لکھی نہیں جاسکتی۔ یوروپ میں یہ روشنی اندلس (اسلامی اسپین) کے قرطبہ، طلیطلہ اور غرناطہ کی جامعات میں تعلیم پانے والے یوروپی طلبا کے ذریعہ پہنچا دین اسلام، انسان کی صلاحیتوں کو ابھارتا ہے ترقی کے راستہ پر گامزن کرتا ہے۔ بات کہیں سے کہیں نکل گئی۔ کہنا یہ ہے کہ جنھوں نے عیسائیت کی اہانت کو جرم قرار دینے والے قوانین کے تحت ہزار ہا ہزار کو اذیت ناک سزائیں دیں، حتیٰ کہ زندہ

جلا دیا ان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف احتجاج کو نامعقول کہیں؟ اور مذہبی عقیدے اور شخصیتوں کی توہین کو جرم قرار دینے کے مطالبہ کو آزادی اظہار و بیان پر نامعقول پابندی کہیں؟ کیا اظہار و بیان کی آزادی سمجھ کر اوباما اور یوروپ کے سربراہان مملکت کو کوئی ان کی ماں کی گالی دے تو وہ برداشت کریں گے؟

امریکہ کی رگ جان پنجہ یہود میں ہے:

امریکہ میں اس نومبر میں صدر کا انتخاب ہے، اوباما صدارت کی دوسری میقات کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ ان کے الیکشن فنڈ میں یہودیوں نے بھی کافی پیسہ دیا ہے۔ تمام بڑے اخبارات، نیویارک ٹائمز، واشنگٹن پوسٹ، لاس انجلز ٹائمز وغیرہ۔ یہودیوں کے ہیں، بڑے ٹی۔وی چیانلس، اے بی سی، ین پی سی، سی این این وغیرہ بھی یہودیوں کے ہیں اوباما کو یہ دکھانا زیادہ پسند ہے کہ وہ یہودیوں کے نمک حرام نہیں ہیں۔ وہ کوئی ایسی حرکت کرنا نہیں چاہتے جس سے کسی یہودی کو خواہ وہ امریکہ کا ہو کہ اسرائیل کا اسکی پیشانی پر بل آئے۔ وہ چار سال قبل ان ہی کے پیسے اور روپے سے صدر بنے تھے اور اس دور صدارت میں جا و بے جا اسرائیل کی حمایت کرتے رہے تا کہ یہودی ان سے خوش رہیں۔ اسرائیل نے اقوام متحدہ کی قرار دادوں اور خود امریکہ کے صدر کارٹر کی ثالثی میں کئے گئے کیمپ ڈیوڈ معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے فلسطینیوں کے مختص کردہ علاقہ میں یہودی آبادیاں بسانی شروع کیں۔ یوروپ نے تک اس پر احتجاج کیا۔ لیکن اوباما کی زبان سے ایک لفظ بھی شکایت کا نہ نکلا کیونکہ ان کے ذہن میں یہی رہا کہ صدارت کا دوسرا دور یہودیوں کو خوش رکھ کر اور چاہے کتنی بے انصافی اور ظلم کا ارتکاب وہ کرے، اسرائیل کی غیر مشروط حمایت کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ یہودیوں کا یہ رویہ رہا ہے کہ وہ جہاں رہے سود کے ذریعہ دولت پیدا کی اور اس ملک میں دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ امریکہ کے (۹۰) فیصد سے زیادہ بینکس یہودیوں کے ہیں۔ آج کل ہاسپٹلس دولت پیدا کرنے کے بڑے ذرائع میں ہے۔ تمام بڑے ہاسپٹلس یہودیوں کے ہیں۔ فلم انڈسٹری بھی پیسہ پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ بھی یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ جو گستاخانہ فلم بنی ہے اس میں پیسہ یہودیوں کا ہے اور بنانے والوں میں یہودی شامل ہیں۔ اوباما، حق نمک ادا کرنے کی خاطر، آئندہ چار سال بھی صدر برقرار رہنے کے لئے اس گستاخانہ فلم کے خلاف ندامت کا سخت لفظ زبان سے نہیں نکالنا چاہتے اور نہ اس پر افسوس کا اظہار کرنے پر آمادہ ہیں۔

شاتم رسول اور دین اسلام:

اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ انسان ایک اللہ کو مانے اور صرف اس کی عبادت کرے۔ وہ اللہ کی ذات یا صفات میں شریک کر کے کسی کو خدائی کا درجہ دینے اور عبادت اور پرستش کے لائق سمجھنے کو سب سے بڑا اور نا قابل معافی گناہ قرار دیتا ہے چنانچہ شرک پر سخت تنقید قرآن مجید میں ملتی ہے۔ اس کے باوجود قرآن ہی کی تعلیم ہے کہ مشرک جن کو پوجتے ہیں اور جن کی عبادت کرتے ہیں ان کو برا بھلا نہ کہا جائے ان کے تعلق سے غیر شائستہ زبان استعمال نہ کی جائے۔ اہل کتاب کے پاس جو ہستیاں قابل احترام ہیں ان کے تعلق سے قابل اعتراض لہجہ اختیار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو ہمارے لئے بھی قابل احترام ہیں وہ اللہ کے نبی اور پیغمبر ہیں۔ لیکن تاکید مشرکین کے معبودوں کے بارے میں قابل غور ہے۔ اسلام ان کے معبودوں کے بارے میں غلط و برے الفاظ اختیار کرنے سے روکتا ہے اور اس سے منع کرتا ہے تا کہ ان کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں۔

یہاں تنقید اور توہین کے فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ شرک پر تنقید کا حکم ہے اور قرآن میں اس پر سخت تنقید ملتی ہے۔ لیکن توہین و اہانت کی ممانعت ہے کیونکہ توہین کا مقصد دل آزاری ہوتا ہے اور تنقید مقصد دعوت فکر ہوتا ہے جس میں شائستگی اور سنجیدگی سے پیش کردہ نکات پر سوچنے پر مائل کیا جائے۔ اسلام تنقید کی اجازت دیتا ہے مسلمانوں نے تنقید کو برداشت کیا ہے اور اس کا بھرپور جواب دیا ہے اور روز اول سے دیتے چلے آرہے ہیں، مغرب کے یہودی اہل قلم مارگو لیوتھ، ولہاوزن وغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح کے نام آپؐ پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی مسلمانوں نے جواب دیا۔ ہندوستان پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد اس کے سب سے

بڑے صوبہ یو۔ پی (جو اس وقت کے یو۔ پی سے تقریباً دوگنا تھا) کے گورنر سر ولیم میور نے ایسی کتابوں کے حوالوں سے جو ہندوستان میں دستیاب نہیں تھیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کردار کشی کرتے ہوئے کتاب لکھی سر سید احمد خاں کی رگ حمیت پھڑکی وہ اپنی ساری جائیداد اور فروخت کر کے لندن گئے عبرانی زبان بھی سیکھی وہاں کے کتب خانوں میں وہ کتابیں دیکھیں جن کا حوالہ سر ولیم میور نے دیا تھا اور پھر خطبات احمدیہ کے نام دندان شکن جواب دیا کہ سر ولیم میور کی زبان بند ہوگئی۔ مسلمان اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کو برداشت کرتا ہے اور اس کا جواب دینے کا حوصلہ رکھتا ہے۔ مگر توہین اور اہانت کو جس کا مقصد محض دلآزاری اور نفرت پیدا کرنا ہو اس کو برداشت نہیں کرتا۔

اسلام نے جب دوسروں کے معبودوں کی اہانت وتوہین سے مسلمانوں کو منع کیا ہو تو وہ دین اسلام کے مقدسات قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے اہانت وتوہین کو کیسے برداشت کرسکتا ہے۔ حیاۃ طیبہ میں کئی واقعات کعب بن اشرف، عصما بنت مروان وغیرہ کے تعلق سے ملیں گے۔ میں ان کو چھوڑتے ہوئے فتح مکہ کے وقت کے دو واقعات کا ذکر کروں گا۔ سہیل بن عمرو ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے ابوسفیان کے ساتھ معاہدہ کے تحت مکہ میں داخل ہو رہے لشکر کے ایک دستے کو لڑائی کے ذریعہ روکنے کی کوشش کی اور شکست کھائی۔ سہیل بن عمرو زبردست خطیب تھے اپنی تقریروں کے ذریعہ مکہ اور اس کے اطراف کے عربوں کو اسلام اور مدینہ کے خلاف مشتعل کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب وہ غزوہ بدر میں گرفتار ہوکر آئے تھے تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی ان کے سامنے کے دانت تڑوا دیجئے تاکہ یہ تقریر نہ کرسکے، اللہ کے رسول نے اس مشورہ کو قبول نہیں فرمایا فتح مکہ کے موقع پر آخری وقت تک مسلمانوں کے خلاف شمشیر زنی کرنے اور عربوں کو اپنی آتش نوائی کے ذریعہ اسلام کے خلاف اکسانے والا۔ دربار نبویؐ میں آکر معافی پایا دوسری جانب عبدالعزیٰ بن خطل جو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گندے اشعار لکھ کر اپنی لونڈیوں کے ذریعہ مکہ اور اس کے اطراف گواتا تھا۔

معلوم ہوا کہ کعبۃ اللہ میں پردہ کے پیچھے کھڑا ہ، حکم ہوا وہیں قتل کردیا جائے۔ شاتم رسول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین واہانت کرنے والے کی سزا قتل ہے۔ سہیل بن عمرو تنقید کرتے تھے معاف کردیئے گئے، عبدالعزیٰ بن خطل توہین کا مرتکب تھا اور معافی چاہنے سے گریز کر رہا تھا قتل کردیا گیا، ایک اور شاعر تھے جو اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف اشعار کہتے تھے انھوں نے اپنے عمل پر ندامت کا اظہار کیا اور معافی چاہی، معاف کردیئے گئے۔ یہ ہے اسلام کا حکم اور قانون کہ شاتم رسول، رسول اللہ کی شان میں گستاخی کرنے والا، اپنے عمل پر نادم ہوکر معافی نہ چاہے تو اس کو قتل کردیا جائے۔ یہ حکم مسلم حکومت دے گی۔

مسلمان اور مسلم ممالک کیا کریں۔؟ :

مسلم ممالک میں احتجاج اور مظاہرے ہوئے، ان میں تشدد اور قتل کی جو وارداتیں ہوئی ہیں، ان کی ہم مذمت کرتے ہیں کیونکہ اسلام، بے قصور کو جو شریک جرم نہ ہو، اس کو قتل کرنے کی یا نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا۔ علمائے کرام اور قائدین وعمائدین کی ذمہ داری ہے کہ مسلم مظاہرین کو تشدد اختیار کرنے سے روکیں۔ ان مظاہروں نے دنیا پر واضح کردیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور عظمت کے بارے میں مسلمان کتنے حساس ہیں۔ لیکن مغربی ممالک اس پر آمادہ نظر نہیں آتے کہ وہ سخت الفاظ میں گستاخانہ فلم کی مذمت کرتے ہوئے اس پر امتناع عائد کریں اور مذہبی عقائد اور شخصیتوں کی اہانت کو جرم قرار دینے کا قانون بنائیں۔

ایسی صورت حال میں مسلم ممالک کو امریکہ اور یوروپی ممالک کی مصنوعات پر پابندی لگادینی چاہیے اور ان ممالک کے تمام درآمدات کو بند کردینا چاہیے۔ ان ممالک کے عوام اور حکومتیں دولت کی پجاری ہیں اور جب معیشت پر ضرب پڑے گی تو ہوش آئے گا۔ اس وقت یہ ممالک معاشی بدحالی کا شکار ہیں، امریکہ میں شاپنگ مال بند ہو رہے ہیں۔ ہماری منموہن سنگھ حکومت چلر فروشی کے لئے امریکی سرمائے کو دعوت دے کر دراصل امریکہ کی بڑی مدد کر رہی ہے۔ یوروپ میں تنخواہوں اور اجرتوں میں کمی کردی گئی ہے جس کی وجہ سے (بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

مسلم پرسنل لا اور خواتین

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ، حیدرآباد)

شریعتِ اسلامی کا سب سے بڑا امتیاز عدل اور اعتدال ہے، اردو زبان میں عدل کے معنی ''انصاف'' کے کئے جاتے ہیں، لیکن یہ اس لفظ کی مکمل ترجمانی نہیں ہے، عدل کے معنی ہر شخص کو اس کی صلاحیت کے لحاظ سے ذمہ داری سونپنے اور اس کی ضرورت کے اعتبار سے اس کے حقوق متعین کرنے کے ہیں، ایک شخص پانچ کیلو وزن اٹھا سکتا ہو اور ایک شخص دس کیلو، تو عدل یہ ہے کہ دونوں کو اس کی طاقت کے لحاظ سے بوجھ اٹھانے کا مکلّف کیا جائے، ایک شخص کی خوراک چار روٹی ہو اور دوسرے کی دو روٹی، تو عدل یہ ہے کہ دونوں کو اس کی ضرورت کے لحاظ سے روٹیاں تقسیم کی جائیں، جو چیز عدل سے ہٹ جاتی ہے، اس میں کہیں افراط پایا جاتا ہے اور کہیں تفریط، اس لئے جو بات عدل کی ہو، وہی راہِ اعتدال بھی ہوتی ہے۔

اسلام نے انسانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان فرائض اور حقوق کی تقسیم میں عدل کا طریقہ اختیار کیا ہے، سماجی اور خاندانی زندگی میں بھی مردوں اور عورتوں سے متعلق جو فرائض اور حقوق مقرر ہیں، وہ بھی نہایت عادلانہ اصولوں پر مبنی ہیں اور پوری طرح انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہیں، خدا نے اس کائنات کو مساوات اور برابری کے اصول پر نہ بنایا ہے اور نہ بسایا ہے، بلکہ فطرت نے صلاحیتوں اور ضرورتوں کے اعتبار سے اکثر مواقع پر تفاوت کو قائم رکھا ہے، انسان اگر اسے مٹانا چاہے تو یہ فطرت سے بغاوت ہوگی اور فطرت سے بغاوت ہمیشہ نقصان ہی پہنچاتی ہے۔

انگریزی اخبار کے ایک کالم نگار کا خیال ہے کہ 'مسلم پرسنل لا بورڈ' مردوں کا طرف دار ہے، اور اس کی ساری لڑائی مردوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ہے،---اس طرح کی بات مختلف حلقوں سے وقتاً فوقتاً آتی رہتی ہے---یہ بالواسطہ طریقہ پر خود مسلم پرسنل لا اور قانونِ شریعت پر حملہ ہے؛ لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہے، اگر یہ لوگ صرف بورڈ کے مرتب کئے ہوئے 'مجموعہ قوانین اسلامی' ہی کو گہری نظر سے دیکھیں، تو ان کو ہرگز یہ غلط فہمی نہیں ہوگی، مجموعہ کی دفعہ:۲ میں نکاح کو مرد و عورت کے درمیان شرعی اصولوں پر طے پانے والا معاہدہ قرار دیا گیا ہے، اس طرح مرد و عورت کو اس معاہدہ کا دو فریق تسلیم کیا گیا ہے، نہ کہ مردوں کو مالک اور عورتوں کو ان کی ملکیت، نکاح میں عورت کے اختیار اور اس کی رضا کو اہمیت دیتے ہوئے، نیز اس کے مفادات کی حفاظت کرتے ہوئے دفعہ:۸۴ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں باپ، دادا کی خود غرضی، لالچ، ذاتی مفاد کی رعایت وغیرہ ثابت ہو، تو اس نے نابالغ لڑکی کا جو نکاح کیا ہو، وہ لازم نہیں ہوگا، دفعہ:۹۱ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ لڑکی کا ولی بلا عذرِ معقول نکاح سے گریز کرے، تو قاضی یا نسبتاً دور کے ولی کو بھی نکاح کردینے کا حق حاصل ہوگا، دفعہ:۱۰۴ میں یہ بات لازم قرار دی گئی ہے کہ عاقلہ، بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت ہی سے کیا جائے، ورنہ نکاح درست نہیں ہوگا، دفعہ:۱۲۲ میں عورت کو اختیار دیا گیا ہے کہ شوہر اس کا ہم پلہ نہ ہو تو وہ اپنا نکاح فسخ کرسکتی ہے۔

اس مجموعہ میں مہر کے احکام بہت تفصیل وتاکید کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ دفعہ:۱۲۸ میں کہا گیا ہے کہ اگر عورت سے نکاح کے وقت مہر نہ ہونے کی شرط کرلی جائے، تب بھی مہر واجب ہوگا، اگر نکاح کے وقت مہر متعین نہ ہو، تو مہر مثل یعنی خاندان کی دوسری عورتوں کے مہر کی مقدار میں مہر واجب ہوتا ہے، دفعہ:۱۴۸ میں اس کے لئے عورت کے آبائی خاندان کو معیار بنایا گیا ہے، دفعہ:۱۵۰ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اگر مہر معجّل ہو، تو عورت اس کی ادئیگی تک اپنے آپ کو روک سکتی ہے۔

اسی طرح اس مجموعہ میں نفقہ سے متعلق احکام تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور اس کا بنیادی مقصد عورت کے حقوق کا تحفظ ہے، دفعہ:۱۶۳ میں کہا گیا ہے کہ بیوی مسلمان ہو یا کتابیہ، امیر ہو یا غریب، تندرست ہو یا بیمار،

اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا، نکاح کے بعد عورت میکہ ہی میں ہو؛ لیکن اسے اپنے شوہر کے یہاں جانے سے انکار نہ ہوتو دفعہ:۱۶۶ میں اس کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب قرار دیا گیا ہے، دفعہ: ۱۷۲، ۱۷۳ میں شوہر کی اجازت سے میکہ میں مقیم عورت نیز وہاں رہتے ہوئے اس کا علاج اور ولادت کے موقع پر آنے والے اخراجات شوہر کے ذمہ واجب قرار دیئے گئے ہیں، دفعہ: ۱۸۲ میں عورت کو اس کا حقدار قرار دیا گیا ہے کہ شوہر کے چھوڑے ہوئے مال سے وہ اپنا نفقہ حاصل کرلے، اور اگر کوئی مال نہ ہوتو دفعہ:۱۸۳ کے تحت قرض لے سکتی ہے، دفعہ:۱۸۴ میں کہا گیا ہے کہ اگر بیوی نفقہ معاف کردے، تب بھی اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اور اس کو دوبارہ نفقہ کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا، دفعہ: ۱۸۸ میں عورت کی پوشاک کے معاملہ میں موسم اور عرف کی رعایت کا حکم دیا گیا ہے، اور دفعہ: ۱۸۹ میں کہا گیا ہے کہ شوہر پر بیوی کی رہائش کے لئے مناسب حال رہن سہن کی بنیادی ضرورتوں پر مشتمل علاحدہ جگہ دینا ضروری ہے۔

دفعہ: ۲۰۵ میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور ایذا رسانی سے بچنے، دفعہ: ۲۰۶ میں اعتدال کے ساتھ ایک دوسرے کی جنسی خواہش پورا کرنے کے واجب ہونے اور دفعہ: ۲۰۸ میں جنسی تعلق میں فطری طریقہ کی پابندی کے احکام ہیں، دفعہ: ۲۰۹ میں عورت کی اجازت کے بغیر مرد کو نرودھ استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے، دفعہ: ۲۱۰ میں لکھا ہے کہ بیوی کو اسقاطِ حمل یا مانع حمل اشیاء کے استعمال پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، دفعہ: ۲۰۷ میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر بیوی کو شوہر سے خطرہ ہو، تو شوہر اسے سفر میں ساتھ لے جانے پر مجبور نہیں کرسکتا، اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو خوراک، رہائش، لباس اور شب باشی میں ان کے درمیان برابری کا سلوک ضروری ہے، دفعہ: ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶ میں طلاق سے پہلے اصلاحِ حال کی تدابیر بتلائی گئی ہیں، دفعہ: ۲۱۷ میں بتایا گیا ہے کہ شوہر کے لئے کسی بھی حال میں بیوی کو اپنے گھر سے نکال دینا جائز نہیں۔

دفعہ: ۲۲۰ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ لڑکی یا اس کے والدین یا اس کے اقارب سے مطالبہ کرکے نقد یا سامان لینا رشوت اور حرام ہے اور اس کو واپس کرنا واجب ہے، اسی طرح اگر مطالبہ نہ ہو لیکن عرف و رواج میں لڑکے کو کچھ دینے کی رسم نے شرطِ نکاح کا درجہ حاصل کرلیا ہو، تو دفعہ: ۲۲۱ میں اسے بھی رشوت اور ناجائز قرار دیا گیا ہے، دفعہ: ۲۲۲ میں کہا گیا ہے کہ شوہر و بیوی کے اولیاء یا اقارب جو تحفہ دلہن کو دیں، وہ اسی کی ملکیت ہوگی اور عورت ہی کو اس میں تصرف کا حق حاصل ہوگا، اگر لڑکی کے باپ نے لڑکی کے لئے سامانِ جہیز فراہم کیا اور نکاح سے پہلے اس کی موت ہوگئی، تو وہ سامان اسی لڑکی کی ملکیت ہوگی، دوسرے ورثہ کا اس میں کوئی حق نہیں ہوگا۔ (ملاحظہ ہو: دفعہ: ۲۲۶)

حق پرورش میں ماں اور اس کے قرابت داروں کو ترجیح دی گئی ہے، (دفعہ: ۲۳۱) یہاں تک کہ اگر خلع میں عورت کے حق پرورش سے دستبرداری کی شرط لگادی گئی ہو، تب بھی یہ شرط باطل ہوگی، (دفعہ: ۲۴۵) اگر عورت مطلقہ ہو اور بچہ اس کے زیر پرورش ہو، تو وہ بچہ کے باپ سے اجرتِ پرورش، اور دودھ پلا رہی ہو، تو اس کے ساتھ دودھ پلائی کی اجرت کی بھی حقدار ہوگی (دفعہ: ۲۴۷) قانونِ طلاق کے باب ششم میں تفویض طلاق سے متعلق دفعات ہیں، جس کے ذریعہ عورت کو اپنے آپ پر طلاق واقع کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

خلع کا ایک مستقل باب چار دفعات پر مشتمل ہے، جس میں عورت کے لئے کوئی وجہ بتائے بغیر شوہر سے علاحدگی کی راہ بتائی گئی ہے، فسخ و تفریق کا باب دفعہ: ۳۲۲ تا ۳۴۴ پر مشتمل ہے، ان دفعات میں ان عورتوں کی دشواری کا حل پیش کیا گیا ہے، جو شوہر کی طرف سے ظلم یا حق تلفی کا شکار ہیں، خواہ یہ حق تلفی قصداً ہو یا عجز و مجبوری کے تحت اور ان صورتوں میں فسخ نکاح کی گنجائش رکھی گئی ہے، دفعہ: ۳۷۳ شق: ''د'' میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اگر بیوی کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہو، تو اس سے رجوع نہیں کیا جاسکتا، گو زوجین کے درمیان علاحدگی ہوگئی ہو، قانون میراث میں بیوی، بیٹی، بہن، ماں، نانی، دادی وغیرہ کے حقوق تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور اسی طرح بعض لوگ جو بیٹی بہن وغیرہ کو حق میراث سے محروم کردیتے ہیں، ان کو خواتین کے حق کے سلسلہ میں تنبیہ کی گئی ہے۔

یہ عائلی زندگی سے متعلق آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے مرتب کئے ہوئے 'مجموعہ قوانین اسلامی' کا سرسری جائزہ ہے، جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قانونِ شریعت میں خواتین کی کتنی زیادہ رعایت ہے (بقیہ صفحہ ۸ر پر)

ہاں !ــــــ ۱۲۳/ وقف جائیدادوں کا مقدمہ جیت لیا گیا

مولانا سید محمد ولی رحمانی (سکریٹری بورڈ، مونگیر)

۲۰۱۱ء کے شروع میں یہ خبر اخبارات کی زینت بنی، کہ دہلی میں ۱۲۳/ وقف جائیدادوں کا مقدمہ جیت لیا گیا، پھر مبارکباد اور حضرت سلامت کا سلسلہ شروع ہوگیا، اور مسلمانوں کو محسوس کرایا گیا، کہ مرکزی حکومت نے ایک ''بڑا کارنامہ'' انجام دیا ہے، لیکن حقیقت وہ نہیں ہے، جو لوگ سمجھ رہے ہیں، پڑھے لکھے حضرات بھی چیزوں کو گہرائی سے دیکھے اور سمجھے بغیر مبارکباد دینے کے لئے لپک پڑتے ہیں، یہ دانشوروں کی خوبی نہیں کہی جاسکتی درباریوں کا وطیرہ ہو تو ہو،ــــ ''مقدمہ کی جیت'' کا مرحلہ گذر گیا، تو دل چاہا کہ اس سلسلہ کی آپ بیتی لکھدوں، تاکہ اندازہ ہو کہ ''سرکاری کام'' کرنے کے آداب کیا ہیں اور ہمیں کس طرح ٹھگا جاتا ہے!

جناب عبدالرحمان انتولے صاحب سے مسلم پرسنل لا بورڈ کا وفد وقف بل کے موضوع پر گفتگو کر چکا تھا، اور تحریری رائے دے چکا تھا، وفد رخصت ہوا تو جناب انتولے صاحب نے مصافحہ کیا اور میرا ہاتھ پکڑے اپنے چیمبر میں لے گئے، وہاں جناب سلمان خورشید صاحب بھی تشریف لائے، محترم انتولے صاحب نے فرمایا کہ آپ کے خط پر، ہم لوگ غور کر رہے ہیں، واقعہ یہی ہے کہ میں نہیں سمجھ سکا، کہ میرے کس خط کی طرف ان کا اشارہ ہے، میں نے عرض کیا کہ ضرور غور کیجئے، مگر ابھی یہ بتا دیجئے کہ غور و فکر کا سلسلہ اگلے الیکشن کے بعد تو پورا نہیں ہوگاــــ؟ اس پر جناب سلمان خورشید صاحب نے کہا کہ ''ہاں وقت تو بہت لگ گیا میں خود بارہ تیرہ بار کورٹ جاچکا ہوں، کورٹ میں دیر ہو رہی ہے، آپ نے جو راستہ بتایا ہے، وہ صحیح ہے، اور آسان بھی ہے، ہم لوگ روڈ میپ Road Map بنا رہے ہیں جلد ہی آپ کے نسخہ پر عمل ہوگا''۔

ان جملوں کے پورا ہونے تک مجھ پر واضح ہو چکا تھا، کہ میرے کس خط پر غور کیا جارہا ہے، اور روڈ میپ کس کام کے لیے بن رہا ہے، اور یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ مجھے ان جملوں سے کیوں اطمینان دلایا جارہا ہے۔

بات یہ تھی کہ فروری ۲۰۰۶ء میں میں نے محترمہ سونیا گاندھی کو ایک تحریر دی، جس میں یہ لکھا تھا کہ دہلی میں ایسی ۱۲۳/ وقف کی جائیدادیں ہیں، جو شہری ترقیات کی وزارت کے قبضہ میں ہیں، اور انھیں محترمہ اندرا گاندھی کی ہدایت پر ۱۹۸۴ء میں دہلی وقف بورڈ کے حوالہ کرنا تھا۔ میں نے خط میں ان جائندادوں کا پس منظر لکھا تھا، کہ ۱۹۱۲ء/۱۹۱۴ء میں دہلی میں وقف کی جائیدادوں کو ایکوائر کیا گیا تھا، اس زمانہ سے ان اوقاف کے متولی/منتظم حضرات برابر ایکوزیشن کی مخالفت کرتے آئے، متعلق لوگ عدالتوں میں بھی گئے۔

مرکزی حکومت نے محترم ایس ایم ایچ برنی کی چیرمین شپ میں کمیٹی بنادی، محترم برنی صاحب نے تفصیلی رپورٹ پیش کی، جس میں ایسی ۲۵۰/ وقف جائیدادوں کی فہرست دی گئی تھی، جنہیں کمیٹی کی رائے میں وقف بورڈ کے حوالہ کردینا چاہئے، کیونکہ ان کے وقف ہونے میں کہیں سے کوئی شبہ نہیں تھا، اور برابر وہ بطور وقف استعمال میں رہی تھیںــــ رپورٹ کے بعد بحث کا سلسلہ چلا، تو ایک دوسری کمیٹی جناب میر نصراللہ صاحب کی چیرمین شپ میں بنائی گئی، محترم میر صاحب نے ۱۲۳/ جائیدادوں کی نشاندہی کی، جسے شہری ترقیات کی وزارت کو دہلی وقف بورڈ کے حوالہ کردینا چاہئے تھا۔

محترمہ اندرا گاندھی صاحبہ نے اس سلسلہ میں واضح ہدایت دی کہ ۱۲۳ جائیداد دہلی وقف بورڈ کے حوالہ کی جائےــــ وزارت نے نوٹی فیکیشن جاری کردیا، مگر اس نوٹی فیکشن میں ۱۲۳/ جائیدادوں کو حوالہ کرنے کی

بات نہیں تھی، بلکہ ایک روپیہ سالانہ پٹہ (کرایہ) پر یہ موقوفہ جائیداد دہلی وقف بورڈ کو دی گئی تھی، یعنی پچیس سال پاپڑ بیلنے کے بعد بھی وہ ۱۲۳؍جائیداد وزارت شہری ترقیات ہی کی رہی، ہاں اتنا ہوُا کہ علامتی کرایہ پر یہ جائیداد بطور کرایہ دار دہلی وقف بورڈ کے حوالہ کی گئی، اور یہ بھی تاریخی سچ ہے کہ اس نوٹی فیکشن کے دہلی وقف بورڈ پہونچنے سے پہلے اندراپرستھا وشوہندو پریشد کے دفتر پہونچ گیا، اور پریشد نے دہلی ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کردیا، کہ اتنی قیمتی جائیداد کو ایک روپیہ علامتی کرایہ پر دینا کسی طرح درست نہیں ہے، ۱۹۸۴ء میں یہ مقدمہ دہلی ہائی کورٹ میں دائر ہوُا، اور چلتا رہا، جس میں تقریباً درجن بھر مرتبہ خود جناب سلمان خورشید صاحب بحث کے لئے دہلی ہائی کورٹ جاچکے تھے۔

محترمہ سونیا گاندھی صاحبہ سے میں نے اپنے خط میں یہ عرض کیا تھا، کہ اس پورے معاملہ میں گڑبڑ کی جڑ غلط نوٹی فیکشن ہے، اس نوٹی فیکشن کو کینسل کردیا جائے، اور ملکیت کی منتقلی کا نوٹی فیکشن جاری کردیا جائے، دہلی ہائی کورٹ میں نوٹی فیکشن ہی کو چیلنج کیا گیا ہے، جب اسے کینسل کردیا جائیگا، تو سارا مقدمہ ختم ہوجائے گا، یہ ایک ایسی بات جو آسانی سے سمجھ میں آسکتی تھی، اور محترمہ سونیا جی نے کہا بھی ـــــ ''یہ تو آسان کام ہے''۔ پھر سونیا جی نے کیا کیا، مجھے اس کی اطلاع نہیں ملی، میں نے یہ ضرور کیا، کہ اس خط کی نقل انہیں ہر سال بھیجتا رہا۔

مجھے اس دن معلوم ہوُا کہ میرا وہ خط محترمہ سونیا گاندھی کے دفتر سے وزارت اقلیتی فلاح کو بھیجا گیا، اور وہاں اس خط پر گفتگو ہوئی، اسی لئے جناب عبدالرحمان انتولے صاحب مجھے میٹنگ روم سے اپنے چیمبر لے گئے، اور جناب سلمان خورشید صاحب نے ''روڈ میپ'' تیار کرنے کی بات فرمائی، میں نے کہا بھی ''پتہ نہیں آپ کس طرح کا روڈ میپ بنانا چاہتے ہیں، سیدھی سی بات ہے شریمتی اندرا گاندھی نے ۱۹۸۴ء میں ان جائیدادوں کو وقف بورڈ کے حوالہ کرنے کا حکم دیا تھا، مگر حکم ''افسر گردی'' کا شکار ہوگیا ـــــ اب میرا خط سونیا جی کے حکم سے یہاں آیا ہے، آپ دونوں ہی بہت بڑے قانون داں ہیں، شہری ترقیات کے وزیر سے گفتگو کرلیجئے اور ۱۹۸۴ء کے نوٹی فیکشن کو کینسل کراکے نیا نوٹی فیکشن جاری کرادیجئے'' یہ بہت سیدھا سا معاملہ ہے، میں مدرسہ کا مولوی ہوں، اس مقدمہ کو سمجھ رہا ہوں، آپ لوگ بڑے قانون داں ہیں، اسے تو آپ کو ۸۴ء میں سمجھ لینا چاہئے تھا، جناب سلمان خورشید صاحب نے فرمایا کہ ہاں ہاں! اس کے لئے روڈ میپ Road Map بنا رہا ہوں، بات آئی گئی ہوگئی۔

کم وبیش تین سال گذر گئے، میرے علم میں یہ بات نہیں آسکی تھی، کہ میپ بن سکا ہے یا نہیں؟ سوال صرف میپ کا نہیں تھا، اس کے بعد روڈ کو بھی بننا تھا، اس لئے میں بے چین تھا، ۳۱؍جولائی ۲۰۱۰ء کو جب مسلم پرسنل لا بورڈ کے وفد سے جناب سلمان خورشید صاحب کی باقاعدہ ملاقات ہوئی، تو وقف ایکٹ کے موضوع پر بات چیت کے بعد میں نے ۱۲۳؍جائیداد کے ریلیز Releas کرنے کی بات یاددلائی، اور اپنے خط کا تذکرہ کیا، (میں نے وہ تجویز جناب سلمان خورشید صاحب کے وزیر بننے کے بعد دوبارہ انہیں بھیجی تھی) تو انھوں نے کہا کہ میرا خط انھیں نہیں ملا ہے، ایسے نازک موقعہ پر تجربہ کاروں کا کہنا ہے کہ کہنے والے کی صداقت پر بے ارادہ یقین کرلینا چاہئے، میں نے بھی وہی کیا، اور عرض کیا کہ میرے ان جملوں کے ذریعہ یاددہانی کو کالعدم سمجھئے میرا خط آپ کو جلد ہی مل جائے گا۔

اگلے ہی دن ۴؍جولائی کو ہمدرد یونیورسٹی میں مائنوریٹی کنسنٹریٹیڈ ڈسٹرکٹ ملٹی سکٹورل ڈیولپمنٹ پلان (MCD,MSDP) سے متعلق اجلاس میں جناب سلمان خورشید صاحب سے پھر ملاقات ہوگئی، وہ اس اجلاس کی شمع محفل تھے، اور میں گرد کارواں ـــــ میں نے ''وہ خط'' انھیں تھما دیا، جب سلمان خورشید صاحب نے خطاب فرمایا تو اس خط کے مضمون کا ہلکا سا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے یہ کہا کہ ''۱۲۳؍جائیداد کے متعلق میں نے وزیر شہری ترقیات سے گفتگو کی ہے ان کا کہنا ہے کہ ان کی وزارت اگر وقف بورڈ کو جائیداد دینا چاہتی ہے تو اس میں کسی کو دشواری نہیں ہونی چاہیے، دوسرے اسے روکنے والے کون ہوتے ہیں؟ ہم جائیداد ضرور دینگے.......... وغیرہ وغیرہ میں تقریر سنتا رہا اور سونچتا رہا کہ شاید ابتک روڈ میپ تیار نہیں ہوُا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۱؍پر)

جنرل سکریٹری بورڈ کا ایک اہم مکتوب

مکرم ومحترم　　　زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ کی صحت اچھی ہو اور مزاج گرامی ہر طرح بعافیت ہو!

رمضان کا مبارک مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی خاص اور پسندیدہ عبادت روزہ کو فرض کیا جس کا مقصد ایمان والوں کو تقویٰ و پرہیز گاری کا پیغام دینا ہے، اس مہینہ میں نفل عبادتوں کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ماہ مبارک کی رحمتوں اور برکتوں سے فیضیاب فرمائے، ہماری لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف کر کے اپنی مرضیات سے نوازے۔ (آمین)

رمضان المبارک کی مناسبت سے آپ سے چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اپنے علاقہ میں اپنے حلقہ کے علماء وائمہ مساجد کو جمعہ وعیدین کے خطبہ میں شریعت اسلامی کی اہمیت اور مسلم پرسنل لا سے متعلق مسائل وضروریات عوام کے سامنے بیان کرنے کے لیے متوجہ کریں تا کہ ہمارا معاشرہ صالح اسلامی معاشرہ بن سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کلمہ واحدہ کی بنیاد پر امت کو متحد ومنظّم رہنے کی مسلسل جد و جہد کرتے رہیں کیونکہ اسلام کے نظام عبادت کی روح وحدت و اجتماعیت ہے۔ پانچ وقت کی نماز با جماعت، جمعہ و عیدین، میدان عرفات میں سارے عالم کے مسلمانوں کا اجتماع اور پوری دنیا میں ایک ہی ماہ رمضان میں روزوں کا حکم یہ اتحاد امت کا عظیم پیغام ہے تا کہ مسلمان مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے کے بجائے ایک امت اور ایک جماعت بنکر **کونوا عباد اللّٰہ اخوانا** کے مصداق بن جائیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ابتداء سے ہی امت کو کلمہ کی بنیاد پر متحد ہونے کا پیغام دیا ہے جس کی وجہ سے آج بورڈ ہندوستانی مسلمانوں کا دھڑکتا ہوا دل بن گیا ہے۔ شریعت اسلامی اور شعائر اسلامی کے تحفظ کے لیے بورڈ کی اکتالیس سالہ خدمات آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ ابھی حالیہ دنوں میں بورڈ کا بائیسواں اجلاس شہر ممبئی میں منعقد ہوا جس میں کئی اہم اور مفید تجاویز منظور کی گئیں خاص کر چار اہم قانونی نکات کو لے کر ملک گیر سطح پر جو تحریک چلائی گئی اور متعلق حکومتوں کو تحریک کے ذریعہ صحیح، بہتر اور مضبوط تر قانون سازی پر آمادہ کیا گیا، اس کے مثبت اثرات ظاہر ہو رہے ہیں یعنی اس تحریک کے نتیجے میں آپ حضرات کی محنت وتوجہ کی وجہ سے ہمیں کامیابی مل رہی ہے اور اس سلسلہ میں مرکزی حکومت کے وضاحتی بیانات آرہے ہیں، مگر ہاں! بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک ہمیں پورے طور پر کامیابی نہیں مل جاتی ہے، یہ تحریک جاری رہے گی۔

اس وقت مسلم پرسنل لا سے متعلق کئی مقدمات مختلف عدالتوں میں زیر سماعت ہیں، اس کے علاوہ خلاف شریعت ہورہے فیصلوں کے سد باب کی کوشش جاری ہے، نیز بورڈ کے مقاصد کی اشاعت اور اصلاح معاشرہ سے متعلق ضروری اور مفید لٹریچر کی تیاری اور اسے پورے ملک میں بھیجنا، ملک کے مختلف شہروں میں دار القضاء کا قیام، تفہیم شریعت تحریک کو منظّم کرنا۔ ان سب امور کو بورڈ منصوبہ بند طریقہ سے انجام دے رہا ہے، جس پر ایک بڑی رقم صرف ہورہی ہے، اس وقت ضرورت ہے کہ بورڈ کو مالی اعتبار سے مستحکم کیا جائے تا کہ موجودہ دور کے تقاضے کے مطابق بورڈ کی جد و جہد کو لوگوں تک پہونچایا جائے۔ کیوں کہ آپ حضرات کے گرانقدر عطیات کے سوا بورڈ کے لیے آمدنی کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔

اس لیے بڑی امیدوں کے ساتھ یہ عریضہ آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں کہ رمضان المبارک میں اپنے حلقہ اثر کے منتخب اہل خیر حضرات کے گرانقدر عطیات حاصل کرنے کی جد و جہد کریں۔ اہل خیر سے رابطہ قائم کریں۔ اور بورڈ کے متنوع پروگراموں اور منصوبوں سے واقف کرا کر بورڈ کی مالیات کو مستحکم کرنے کی گذارش کریں۔ اگر آپ ہفتہ دس روز مالی فراہمی کی تحریک چلا دیں گے تو انشاء اللہ معقول رقم جمع ہوسکتی ہے۔ امید ہے کہ توجہ فرمائیں گے اور اپنی کوششوں کے ساتھ نیک مشوروں سے بھی مطلع کریں گے۔

والسلام

سید نظام الدین

جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

۵/مارچ ۲۰۱۲ء